39

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

کیم تا 7 جمادی الاولیٰ 1448ھ / 13 تا 19 اکتوبر 2026ء

اس شمارے میں

بھارت اور مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی حالتِ زار

وقتِ فجر اور نمازِ فجر کی اہمیت

غزہ پر اسرائیلی جارحیت کے تین سال

اجازت نہیں دی جائے گی!

ایک دفعہ اسلام کا تجربہ بھی کر کے دیکھیے!

کافروں کے ساتھ دوستی ......؟؟

قرآن کریم سرچشمہ علم وعمل

نصابِ تعلیم تو قرآن کریم ہے، سرچشمہ علم وعمل ہے، جملہ علوم وفنون قرآن کریم سے ہی پھوٹتے ہیں، قرآن کریم سے ہی نظامِ حیات طے کیا جاسکتا ہے، انسان کی ابتداء سے لے کر انتہا تک، گزشتہ امتوں کی تاریخ سے لے کر آنے والے جہاں کی خبروں تک، انفرادی زندگی سے لے کر قوموں کی حیات تک، فرد کی اصلاح سے لے کر قوموں کی رہنمائی تک، جہاں داری، جہاں بانی، عقائد، عبادات، اخلاق وآداب، معاملات، اصول تقویٰ، عدل وانصاف، مساوات، اخوت، اقوام عالم سے برتاؤ، دنیا کے حالات، آخرت کے معاملات، جرم اور ان کی سزائیں سبھی کچھ قرآن کریم میں موجود ہیں، انسانی ضرورت کا کوئی نصابِ تعلیم قرآن کریم کو شامل کیے بغیر مکمل نہیں کہلا سکتا۔

آپ ﷺ صرف الفاظ قرآن ومعانی وتفسیر قرآن کریم پر اکتفا نہیں فرماتے تھے، بلکہ احکامِ الٰہی کو دلوں میں اتارتے اور عملی طور پر تربیت بھی فرماتے تھے، (جو حدیث سنت واسوۂ رسول کی صورت میں آج بھی موجود ہے) چنانچہ یہ خصوصیت صرف اسلام کی ہی ہے کہ وہ علم کو برائے معلومات نہیں، بلکہ برائے عمل پڑھاتا ہے، چنانچہ جوں جوں علم بڑھتا چلا گیا ویسے ویسے ہی تربیت وعمل میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا، اسی کا نتیجہ تھا کہ دنیا کی سب سے غیر طاقتور قوم پورے عالم کی قیادت کا جھنڈا لے کر اٹھی اور دنیا کو جہاں بانی کے نئے انداز واطوار دکھا کر تحسین وداد وصول کی۔

مولانا نذیر احمد صدیقی
ایک کالم سے اقتباس

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

پانچ چیزیں جن کا حتمی اور یقینی علم صرف اللہ کے پاس ہے

سورۃ لقمٰن | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت: 34

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ
مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾

آیت ۳۴: ﴿اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ۚ﴾ ’’یقیناً اللہ ہی ہے جس کے پاس ہے قیامت کا علم۔‘‘
اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ گھڑی کب آئے گی۔

﴿وَیُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ ۚ﴾ ’’اور وہی بارش برساتا ہے۔‘‘

﴿وَیَعۡلَمُ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ ؕ﴾ ’’اور وہ جانتا ہے، جو کچھ رحموں میں ہے۔‘‘

﴿وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَکۡسِبُ غَدًا ؕ﴾ ’’اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل وہ کیا کمائی کرے گی۔‘‘

﴿وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ﴾ ’’اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں اُس کی موت واقع ہوگی۔‘‘
اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک آدمی ساری عمر ایک جگہ مقیم رہا‘ مگر کبھی اچانک وہ کسی دوسرے ملک گیا اور وہاں اُس کی موت واقع ہوگئی‘ جبکہ اُس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اُسے موت اس دیارِ غیر میں آئے گی۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴿۳۴﴾﴾ ’’یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا‘ ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔‘‘

جن پانچ چیزوں کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے اُن میں سے پہلی اور آخری دو یعنی کل تین چیزیں ایسی ہیں جن کے ذکر میں ’’حصر‘‘ کا اسلوب ہے‘ ان چیزوں کا علم صرف اللہ کو ہے‘ اُس کے سوا کوئی دوسرا اُن کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ یہ تین چیزیں ہیں: (۱) عِلۡمُ السَّاعَۃِ‘ (۲) اس چیز کا علم کہ کل کوئی کیا کرے گا‘ اور (۳) کسی کو اپنی موت کی جگہ کا علم ہونا۔ جبکہ باقی دو چیزوں (دوسری اور تیسری) کے ذکر میں ’’حصر‘‘ کا اسلوب نہیں ہے۔ اللہ بارش برساتا ہے۔ دوسرے فرمان (وَیَعۡلَمُ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ) میں بھی اللہ کے علم کا ذکر ہے کہ وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں کے اندر ہے‘ چنانچہ قرآن کے ان الفاظ میں نہ تو کوئی اشکال ہے اور نہ ہی کسی اعتراض کی کوئی گنجائش موجود ہے۔

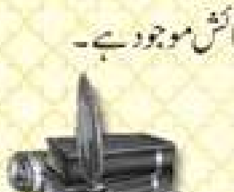

درس حدیث

دنیا میں گناہوں کی سزا

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدِہِ الْخَیْرَ عَجَّلَ لَہُ الْعُقُوْبَۃَ فِی الدُّنْیَا، وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدِہِ الشَّرَّ اَمْسَکَ عَنْہُ بِذَنْبِہٖ حَتّٰی یُوَافِیَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لیے بھلائی کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو دنیا میں اُسے (اس کے گناہوں کی) سزا دے دیتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لیے برائی کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو اس کے گناہوں کی سزا کو قیامت تک کے لیے روک لیتے ہیں۔‘‘

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

کیم تا 7 جمادی الاولیٰ 1448ھ — جلد 35
13 تا 19 اکتوبر 2026ء — شمارہ 39

مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ
مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت: ● فرید اللہ مروت ● محمد رفیق چودھری ● وسیم احمد باجوہ ● خالد نجیب خان

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سیکرٹری دینِ حق ٹرسٹ لاہور
مطبع: آر آر پرنٹرز، سگیاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چونگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ......1,200 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بھارت اور مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کی حالتِ زار

بھارت دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، مگر گزشتہ ایک دہائی کے دوران بالخصوص 2014ء کے بعد وہاں جس تیزی سے ہندوتوا کی نظریاتی سیاست، مذہبی شدت پسندی بلکہ دہشت گردی اور مسلم دشمنی نے ریاستی و سماجی زندگی میں جگہ بنائی ہے، یہ بنیادی سوال پیدا ہو گیا ہے کہ کیا بھارت کا موجودہ نظام واقعی اپنے کروڑوں مسلمانوں کو برابر کے شہری سمجھتا ہے؟ مسئلہ محض چند متعصب افراد یا انتہا پسند تنظیموں کی کارروائیوں تک محدود نہیں رہا، بلکہ قانون سازی، انتظامی اقدامات، سیاسی بیانیے، نفرت انگیز تقاریر، مذہبی مقامات کی شہادت اور ریاستی پالیسیوں کا ایک ایسا مجموعہ سامنے آ چکا ہے جس میں بھارتی مسلمان بتدریج اپنے ہی وطن میں سیاسی، معاشی، سماجی اور تہذیبی اعتبار سے حاشیے پر دھکیلے جاتے محسوس ہوتے ہیں۔ 6 دسمبر 1992ء کو ایودھیا میں صدیوں پرانی بابری مسجد ہندو انتہا پسند ہجوم کے ہاتھوں شہید کر دی گئی۔ بعد ازاں 2020ء میں خصوصی سی بی آئی عدالت نے ایل کے ایڈوانی، مرلی منوہر جوشی، اوما بھارتی اور دیگر سمیت تمام 32 ملزمان کو مجرمانہ سازش کے الزام میں 'ثبوت کی کمی' کی بنیاد پر بری کر دیا۔ یوں ایک ایسی مسجد جس کی شہادت نے ہندوستانی مسلمانوں کے اجتماعی شعور پر گہرا زخم لگایا تھا، بالآخر وہاں رام مندر کی تعمیر کا راستہ کھل گیا۔

مودی حکومت کے دور میں پہلے سے موجود مسلم دشمن رجحان مزید نمایاں ہوا ہے۔ شہریت ترمیمی قانون یعنی CAA نے پہلی مرتبہ بھارتی شہریت کے قانونی ڈھانچے میں مذہب کو اس انداز سے داخل کیا جس پر انسانی حقوق کے اداروں نے بھی شدید تحفظات کا اظہار کیا۔ USCIRF نے CAA کے ساتھ یکساں سول کوڈ، ریاستی سطح پر انسدادِ تبدیلیٔ مذہب اور گاؤ کشی کے قوانین کو مذہبی اقلیتوں کے حقوق اور سیاسی شرکت کو متاثر کرنے والے قانونی اقدامات کے طور پر نشان زد کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حجاب، گائے کے گوشت، مبینہ "لو جہاد"، "لینڈ جہاد" اور "پاپولیشن جہاد" جیسے نعروں کو مسلم شہریوں کے خلاف سماجی و سیاسی مہمات میں استعمال کیا گیا۔ 2025ء کے دوران India Hate Lab نے 1,318 مسلم اور عیسائی مخالف نفرت انگیز تقاریر کے واقعات ریکارڈ کیے، جن میں 1,289 واقعات مسلمانوں کو براہِ راست نشانہ بناتے تھے؛ VHP اور بجرنگ دل کو 289 ایسے واقعات سے منسلک کیا گیا۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے 2022ء کے واقعات کا جائزہ لیتے ہوئے پانچ ریاستوں میں 128 املاک کے انہدام کا تفصیلی مطالعہ کیا، جن سے کم از کم 617 مسلمان متاثر ہوئے۔ اسی "بلڈوزر جسٹس" کے وسیع تر رجحان کے بارے میں 2026ء کی ایک تحقیق نے 2020ء سے 2026ء تک کم از کم 2,166 رپورٹ شدہ واقعات، عمارات یا مجموعی اعداد کی نشاندہی کی ہے جن میں مساجد، مزارات، مدارس اور دیگر مسلم مذہبی و اجتماعی املاک کو شہید کیے جانے کے واقعات شامل ہیں۔

وقف ترمیمی قانون 2025ء نے اس تشویش کو ایک نئے مرحلے میں داخل کر دیا۔ وقف املاک مسلمانوں کے مذہبی و فلاحی اداروں کی ایک اہم بنیاد ہیں۔ بھارتی سپریم کورٹ نے ستمبر 2025ء میں پورے قانون کو معطل کرنے سے انکار کیا، اگرچہ بعض متنازع دفعات کے نفاذ کے بارے میں عبوری

حفاظتی احکامات جاری کیے، جن میں بعض وقف املاک کو حتمی فیصلے تک بے دخل نہ کرنے اور بعض انتظامی اداروں میں غیر مسلم ارکان کی تعداد سے متعلق حدود شامل تھیں۔ اس پس منظر میں مسلمانوں کی یہ تشویش بالکل بجا ہے کہ اگر مذہبی املاک کے قانونی تحفظات کمزور ہوں اور دوسری جانب ریاستی مشینری کے ذریعے مساجد اور مذہب سے جڑی دیگر عمارتوں کی شہادت کے واقعات جاری رہیں تو مستقبل میں تاریخی مساجد، مزارات اور دیگر مقدس مقامات کی قانونی و انتظامی حیثیت مزید غیر محفوظ بلکہ مکمل طور پر مٹ جائے گی۔ اس سارے عمل کے پیچھے RSS، VHP، بجرنگ دل اور دیگر ہندوتوا تنظیموں کے نظریاتی اثرات واضح ہیں۔ ''ہندو راشٹر'' اور ''اکھنڈ بھارت'' کا تصور اگر ہندوستانی مسلمانوں کی مساوی شہریت اور مذہبی آزادی کے اصولوں سے متصادم سیاسی منصوبے میں تبدیل ہو جائے تو یہ صرف مسلمانوں ہی نہیں بلکہ دیگر اقلیتوں کے لیے بھی خطرہ ہیں۔ بھارت کی موجودہ سیاسی قیادت درحقیقت انتہاپسند ہندوتوا نظریات کی ہی محافظ ہے۔

5 اگست 2019ء کو مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کرنا اسی وسیع تر پالیسی کا ایک نہایت اہم باب ہے۔ کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کیے جانے کے بعد ڈومیسائل قوانین اور زمین سے متعلق قوانین میں تبدیلیاں کی گئیں۔ فروری 2021ء میں اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے ماہرین نے واضح طور پر تشویش ظاہر کی کہ ان تبدیلیوں سے کشمیری مسلمانوں سمیت مقامی اقلیتوں کی سیاسی شرکت، روزگار اور زمین کی ملکیت کے حقوق متاثر ہوں گے۔ رپورٹس میں یہاں تک کہا گیا کہ نسل کشی کی سیڑھی کے دس (10) زینوں میں سے مودی حکومت نو (9) طے کر چکی ہے! اقوامِ متحدہ کے ماہرین نے بالخصوص 2020ء کے ڈومیسائل قواعد اور بعد کی زمین سے متعلق تبدیلیوں کو مقامی آبادی کے تحفظات کے تناظر میں تشویش ناک قرار دیا۔ یہیں سے ''آبادیاتی تبدیلی'' کا سوال بھی پیدا ہوتا ہے۔ اگر کسی مسلم اکثریتی خطے میں مقامی باشندوں کے زمین، ملازمت اور سیاسی حقوق کے قانونی تحفظات کم کیے جائیں، جبکہ باہر سے آنے والوں کے لیے آبادکاری اور ملکیت کے مواقع وسیع ہوں، تو طویل مدت میں آبادی کے تناسب اور سیاسی وزن پر اس کے اثرات مرتب ہونا یقینی ہے۔ اسرائیل کے زیرِ قبضہ فلسطینی علاقوں میں آبادیاتی انجینئرنگ کے تجربے کا رنگ کشمیر کے حوالے سے بھارتی پالیسیوں میں ظاہر و باہر ہے۔ بھارت کے اندر مسلمانوں کو درپیش مسائل اور مقبوضہ کشمیر کی صورتِ حال کو الگ الگ خانوں میں دیکھنے کے بجائے ایک ایسے وسیع تر سیاسی رجحان کے تناظر میں دیکھنا چاہیے جس میں ہندو انتہاپسندی قومی شناخت پر غالب آتی جا رہی ہے۔ اس صورت حال میں عالمِ اسلام خصوصاً پاکستان کے لیے محض مذمت کرنا کافی نہیں۔

قصہ کوتاہ، بھارت میں مسلمانوں کے خلاف ہونے والی قانون سازی، نفرت انگیز تقاریر، ہجومی تشدد، مذہبی مقامات کی شہادت، گرفتاریوں، املاک کی ضبطی اور کشمیر میں آبادیاتی و قانونی تبدیلیوں نے بھارت اور مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کو خطرے میں ڈال رکھا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان اس مسئلے کو محض دوطرفہ پاک بھارت تنازع نہ بنائے بلکہ انسانی حقوق، مذہبی آزادی، اقوامِ متحدہ کے چارٹر اور بین الاقوامی قانون کے مسئلے کے طور پر عالمی فورمز پر اُٹھائے۔ اقوامِ متحدہ، OIC، انسانی حقوق کونسل اور دیگر بین الاقوامی اداروں میں باقاعدہ دستاویزی ثبوت پیش کیے جائیں اور بھارت سے مذہبی آزادی، مساوی شہریت اور اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت کا مطالبہ کیا جائے۔ اہم ضرورت اُمتِ مُسلمہ کے اندر اتحاد اور باہمی تعاون کی ہے۔ ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والے مسلم ممالک اگر بھارتی مسلمانوں کے مسئلے پر مشترکہ سفارتی حکمتِ عملی مرتب کریں، تو اس کی قوت محض بیانات سے کہیں زیادہ ہو گی۔ مسلم ممالک کو بھارت کے ساتھ اپنے معاشی اور تجارتی تعلقات میں انسانی حقوق اور مذہبی آزادی کو جوڑنا ہوگا۔ لیکن سب سے بڑھ کر ضرورت اپنے اندر اصلاح اور بیداری کی ہے۔ قرآن مجید نے اُمت کو محض ایک منتشر گروہ نہیں بلکہ ''خیر امت'' کی ذمہ داری عطا کی ہے۔ اگر مسلمان خود علم، عدل، تقویٰ، اتحاد اور اجتماعی شعور سے محروم رہیں تو بیرونی دشمن کی سازشیں کامیاب ہونے کے لیے کسی غیر معمولی قوت کی محتاج نہیں ہوتیں۔ کشمیر ہو یا فلسطین، بھارت کے مسلمان ہوں یا دنیا کے کسی اور خطے کے مظلوم مسلمان، ہماری پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اپنی کمزوری کے اسباب کو پہچانیں اور اُمت کو قرآن وسنت کی بنیاد پر حقیقی معنوں میں متحد کرنے کی جدوجہد کریں۔ اس ناکامی نے عالمی ضمیر، خصوصاً مسلم ممالک کو تاریخ کے کٹہرے میں کھڑا کیا ہوا ہے۔

آج سوال صرف یہ نہیں کہ بھارت مسلمانوں کے ساتھ کیا کر رہا ہے؛ سوال یہ بھی ہے کہ دنیا اس سب کے باوجود خاموش کیوں ہے؟ اگر مذہبی شناخت کی بنیاد پر مسلمانوں کے خلاف مسلسل نفرت، امتیازی قانون سازی، املاک کی تباہی، مذہبی مقامات کو خطرات، سیاسی محرومی اور آبادیاتی تبدیلی کے اقدامات جاری ہیں اور عالمی برادری صرف اس وقت بیدار ہو جب خون کے دریا بہہ چکے ہوں، تو یہ انسانی حقوق کے پورے عالمی نظام کی ناکامی ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ وقت غفلت کا نہیں، بیداری کا ہے؛ جذباتی نعروں کا نہیں، حکمت، علم اور منظم جدوجہد کا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان سمیت عالم اسلام کے تمام حکمرانوں اور مقتدر حلقوں کو اپنی حقیقی ذمہ داری پہچان کر کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بقول اقبال:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

وقتِ فجر اور نمازِ فجر کی اہمیت

(قرآن واحادیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 2 اکتوبر 2026ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات قرآنی کے بعد!

آج ہم ان شاء اللہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 78 اور سورۃ الفجر کی پہلی آیت کا مطالعہ کریں گے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 78 میں پنج وقتہ نمازوں، خصوصاً فجر کی نماز اور اس میں قرآن کی تلاوت کی اہمیت کا ذکر ہے۔ سورۃ الفجر کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دیگر قسمیں اُٹھانے کے ساتھ ساتھ فجر کے وقت کی قسم بھی اُٹھائی ہے۔ آج اسی تناظر میں ہم اس بات کا مطالعہ کریں گے کہ فجر کی نماز اور تلاوت کے کیا کیا فوائد و برکات ہیں اور ان سے محروم ہونے کے کیا کیا نقصانات ہیں۔ آج بحیثیت مجموعی ہم ان فوائد اور برکات سے محروم دکھائی دیتے ہیں، ہماری اکثریت اوّل تو نماز سے غافل ہے اور اکثر چار نمازیں ادا کرنے والے بھی فجر میں غافل دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بے برکتی اور نحوست آج ہمارے ہاں عام ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 78 میں فرمایا:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝﴾

''نماز قائم رکھیے سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کے تاریک ہونے تک اور قرآن کا پڑھا جانا فجر کے وقت۔ یقیناً فجر کے وقت قرآن کا پڑھا جانا مشہود ہے۔''

ہم اردو میں نماز پڑھنا کہتے ہیں، جبکہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نماز قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ نماز کو قائم کرنے میں اس کے ظاہری اور باطنی آداب بھی شامل ہوتے ہیں، نماز کی تیاری اور وضو کے آداب بھی شامل ہوتے ہیں، نماز کے دوران اور نماز کے بعد کے آداب بھی شامل ہوتے ہیں، اسی طرح باجماعت نماز ادا کرنے کے آداب، مرد و خواتین کی شمولیت کے آداب سمیت ایک پورا نظم ہے جو افراد سے لے کر ریاست تک ذمہ داریوں کا متقاضی ہے۔ اگر مسلمانوں کی ریاست ہے اور ریاست کو چلانے والے بھی مسلمان ہیں تو اس ریاست کا پہلا کام کیا ہونا چاہیے۔ قرآن میں اللہ نے فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ (الحج: 41) ''وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے۔''

مسلم ریاست کے حکمران اگر مسلمان ہوں تو اسلام اُن سے نماز ادا کرنے کا صرف اتنا تقاضا نہیں کرتا

مرتب: ابو ابراہیم

جتنا ایک عام مسلمان سے کرتا ہے کہ پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر لی بلکہ پورے ملک میں اذان کا انتظام، مساجد کی تعمیر، شہریوں کے لیے وضو کا انتظام، موذنوں اور ائمہ مساجد و خطباء کا انتظام، جمعہ اور عیدین کی نمازوں کا انتظام اور جمعہ اور عیدین کے خطبے، اقامت صلوٰۃ کا یہ پورا انتظام قائم کرنا مسلم حکمران کی ذمہ داری ہے۔ ایک دور تھا جب خلیفہ وقت پنجگانہ نماز کا امام بھی ہوا کرتا تھا!

زیر مطالعہ آیت میں دوسری بات یہ بیان ہوئی کہ سورج کے ڈھلنے سے لے کر رات کے تاریک ہونے تک نماز قائم رکھئے۔ یہاں نماز ظہر سے لے کر عشاء تک نمازوں کے اوقات کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی تفصیل احادیث میں آتی ہے کہ حضرت جبرائیل ؑ نے حاضر ہو کر حضور ﷺ کے سامنے پانچ نمازوں کے اوّل وقت کی وضاحت کی، پھر دوسری مرتبہ آخری وقت کی بھی وضاحت کی۔ اس میں نکتہ یہ بھی ہے کہ قرآن حکیم کے احکامات پر عمل کا عملی نمونہ رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ملے گا۔ نمازوں کے اوقات، رکعات، رکوع و سجود کی تفصیل اور نماز قائم کرنے کا پورا طریقہ احادیث میں ہے۔ زیر مطالعہ آیت میں آگے فرمایا کہ یقیناً فجر کے وقت قرآن کا پڑھا جانا مشہود ہے۔ یعنی فجر کی نماز میں قرآن کی جو تلاوت کی جاتی ہے، وہ اللہ کے ہاں بڑی مقبول ہے۔ اس کی وضاحت بھی احادیث میں موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ دیگر نمازوں کی بنسبت فجر کی نماز میں قرآن کی طویل تلاوت فرماتے تھے۔ معروف روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ البروج کے درمیان کی سورتیں فجر کی نماز میں تلاوت فرماتے تھے۔ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں آپ ﷺ پہلی رکعت میں سورۃ السجدہ تلاوت فرماتے تھے، دوسری رکعت میں سورۃ الدھر تلاوت فرماتے تھے۔

فجر کا وقت اپنی جگہ بھی بہت برکتوں اور سعادتوں والا وقت ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفجر کی پہلی آیت میں فجر کی قسم اُٹھائی:

﴿وَالْفَجْرِ ۝﴾ ''اور قسم ہے فجر کی۔'' (الفجر: 1)

جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کی قسم اُٹھاتا ہے تو اس میں کوئی ایسی حقیقت چھپی ہوتی ہے جس کا انکار ممکن نہیں ہوتا۔ فجر کے وقت کی کیا اہمیت ہے اور فجر کی نماز میں تلاوت کی کتنی اہمیت ہے اس کی تفصیل ہمیں احادیث مبارکہ میں ملتی ہے۔ پہلی حدیث مبارکہ صحیح مسلم میں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس نے فجر کی نماز ادا کی وہ اللہ تعالیٰ کے ذمے میں آ گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ گیا۔ آج ہم سب سکیورٹی کے حوالے سے پریشان ہیں، نہ جان محفوظ ہے، نہ مال محفوظ ہے اور نہ عزت محفوظ ہے۔ اگر اللہ نے مقدر میں کوئی نقصان لکھ دیا ہے تو وہ الگ بات ہے لیکن عموماً بندے کو نقصان پہنچتا ہے وہ اس کے اپنے اعمال کے سبب

پہنچتا ہے۔ اگر بندہ فجر کی نماز ادا کرے اور مسنون اذکار کا اہتمام کرے تو بہت سی بلاؤں سے انسان محفوظ ہو جاتا ہے۔ فجر کے بعد کے مسنون اذکار میں یہ دعا بھی شامل ہے:

((اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ)) ’’اے اللہ جو تو دینا چاہے اُسے کوئی روک نہیں سکتا، اور جو تو روک لے، اس کو کوئی دلا نہیں سکتا اور کسی صاحب حیثیت یا مالدار کو اس کی مالداری (یا شان وشوکت) تیرے مقابلے میں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی (یعنی تیرے عذاب یا فیصلے سے نہیں بچا سکتی)۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے اختیار کے مقابلے میں کسی کا اختیار چلنے والا نہیں۔ نفع یا نقصان اللہ کے اختیار میں ہے۔ یہ خالص توحید کا بیان ہے۔ مگر آج توحید کا تصور اور عقیدہ صرف زبانی کلامی بحثوں، مناظروں اور دوسروں پر شرک کے فتوے لگانے کی حد تک رہ گیا ہے، جبکہ ہمارے عمل و کردار میں توحید کے اثرات دکھائی نہیں دیتے۔ جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ: مومن وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آئے۔ کیا آج ہمیں دیکھ کر کسی کو اللہ یاد آتا ہے؟ اس کے برعکس ہماری حالت یہ ہے کہ بقول ڈاکٹر اسرار احمدؒ منافق کی جو نشانیاں (جھوٹ، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت اور گالم گلوچ) احادیث میں بیان ہوئی ہیں وہ ساری آج ہمارے قومی مزاج کا حصہ بن چکی ہیں۔ کیا ان رویوں کو دیکھ کر کسی کو اللہ یاد آئے گا؟ لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت پیدا ہوگی؟ اللہ کے سامنے جھکنے اور اللہ کا حکم ماننے کا شوق دل میں پیدا ہوگا؟ یہ سوالیہ نشان ہے۔

فجر کی دو رکعت تو فرض ہیں لیکن اس سے قبل دو رکعت سنت ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: فجر کی دو رکعت (سنت) دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اگر فجر کی دو رکعت سنت کی اتنی اہمیت ہے تو فرائض کی کتنی اہمیت ہوگی؟ یہ بات صرف وہی سمجھ سکتا ہے جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے نور سے منور کیا ہو۔ اس کے برعکس آج دنیا میں جن کے اختیارات ہیں، جن کے پاس وسائل ہیں، محلات ہیں، پروٹوکول ہے یا اس دنیوی شان وشوکت کو دیکھ کر جن کی رالیں ٹپکتی ہیں، دل میں محرومی اور مایوسی کا احساس پیدا ہوتا ہے، اُن کے لیے سمجھنا مشکل ہے کہ فجر کی دو رکعت دنیا و مافیہا سے کیونکر بہتر ہیں۔ یہ اپنے اپنے ویژن کی بات ہے۔ آج زمین سے دو فٹ اوپر ہیں تو ویژن کچھ اور ہے، جب دو فٹ زمین کے نیچے جائیں تو ویژن کچھ اور ہوگا۔ یہاں ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ مومن کا ویژن کیا ہونا چاہیے۔ سورۃ الزلزال میں ہم پڑھتے ہیں:

﴿وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲﴾ (الزلزال)

’’اور زمین اپنے سارے بوجھ نکال کر باہر پھینک دے گی۔‘‘

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: روزِ محشر سونے کے ڈھیر ہوں گے، بندہ دیکھے گا اور افسوس کرے گا کہ اس مال کے پیچھے میں دنیا میں بھاگتا رہا، اس کی وجہ سے میں نے دنیا میں قتل و غارت گری کی، رشتے ناطے توڑے، چوری کی مگر آج یہ مال کسی کام کا نہیں ہے۔ جیسے فرعون جب تک زندہ تھا، اکڑ دکھا رہا تھا، خدائی کے دعوے کر رہا تھا، جب موت سامنے آ کھڑی ہوئی تو کہا میں ایمان لاتا ہوں۔ دنیا و آخرت کے درمیان ایک پردہ ہے، جب موت کی وجہ سے یہ پردہ ہٹ جاتا ہے تو انسان کا ویژن یکسر بدل جاتا ہے۔ لیکن اس وقت بدلنے کا فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ پردے میں رہتے ہوئے ایمان کا تقاضا کرتا ہے۔ یہی انسان کا امتحان ہے۔ جو انسان یہ ویژن رکھتا ہے اُس کے نزدیک دنیا کی شان و شوکت اور مال و دولت سے بہتر فجر کی دو رکعت (سنت) نماز ہے۔

تیسری حدیث سنن ابی داؤد میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اندھیروں میں مسجدوں کی طرف پیدل چل کر جانے والوں کو قیامت کے دن کامل نور کی خوشخبری دے دو۔ فجر اور عشاء کی نماز کے لیے جانے والوں کی بات ہو رہی ہے۔ آج بہر حال سٹریٹ لائٹس ہیں، انسان گاڑی میں بھی جا سکتا ہے، لیکن بہر حال فجر کے وقت اُٹھنا، نیند کو خیر آباد کہنا اور مسجد جانا بھی ایک مشقت والا کام ہے، جس کا ایمان کامل ہوگا وہی یہ مشقت اُٹھائے گا اور روزِ قیامت ایسے لوگوں کے لیے کامل نور کی خوشخبری ہے۔ چوتھی حدیث مسلم شریف میں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا جس نے سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے نماز ادا کی۔ یہاں فجر اور عصر کی نمازوں کی بات ہو رہی ہے۔ پانچوں نمازیں فرض ہیں۔ سب کی اہمیت ہے لیکن ہر نماز کی اپنی خصوصیت بھی ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں جو منافقین تھے، ان پر فجر اور عشاء کی نمازیں بھاری تو تھیں لیکن اس کے باوجود وہ نماز ادا کرنے مسجد میں آیا کرتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اگر نماز باجماعت ادا نہیں کریں گے تو ہم بے نقاب ہو جائیں گے کیونکہ اُس وقت نماز ادا نہ کرنے والے کو کافر سمجھا جاتا تھا۔ محدثین نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام ؓ کی متفقہ رائے تھی کہ بے نمازی کافر ہوتا ہے۔ لہٰذا منافقین اپنے جھوٹے اسلام کے اظہار کے لیے نماز میں آتے تھے۔ آج کے دور میں پانچوں نمازیں ضائع کر کے بھی ہم مطمئن ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ باقی تین نمازوں کے دوران تو پھر بھی ایک دو صفیں ہو جاتی ہیں لیکن فجر اور عشاء کی نماز میں مساجد خالی ہوتی ہیں۔ آخر کیوں؟ جو باقی تین نمازوں کا رب ہے وہ فجر اور عشاء کا رب نہیں ہے؟ جس نے باقی تین کا حکم دیا اُسی نے فجر اور عشاء کا بھی حکم دیا۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے دو ٹھنڈے وقتوں کی نماز ادا کی وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ یہاں مراد فجر اور عصر کی نماز ہے۔ اگلی حدیث بھی مسلم شریف میں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی تو گویا اس نے آدھی رات کا قیام کیا، اور جس نے فجر کی نماز (بھی) جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا اس نے ساری رات نماز (قیام) پڑھی۔‘‘ رات کا قیام اپنی جگہ اہم ہے، نماز تہجد کی بھی بہت زیادہ اہمیت بیان ہوئی ہے لیکن فجر اور عشاء کی باجماعت ادائیگی اس سے زیادہ اہم ہے۔ یہاں تک کہ فجر اور عشاء کی نماز باجماعت ادا کرنے سے پوری رات کے قیام کا ثواب مل جاتا ہے۔ ایک اور روایت بخاری شریف میں ہے جس کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے سنت نمازوں میں سے کسی پر اتنی سختی اور پابندی نہیں فرمائی جتنی فجر کی دو رکعتوں پر فرمائی ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی حالت میں اللہ کے رسول ﷺ اکثر سنت نماز چھوڑ دیا کرتے تھے لیکن فجر کی دو رکعت سنت کو حضور ﷺ نے سفر کے دوران بھی نہیں چھوڑا۔

زیر مطالعہ آیت میں جو فرمایا گیا کہ فجر کی نماز میں تلاوت اللہ کے ہاں بہت مقبول ہے۔ اس کی تفصیل حدیث میں آئی ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس رات اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ فجر اور عصر کی نماز کے وقت اکٹھے ہوتے ہیں (یعنی فجر اور عصر کے وقت ان کی ڈیوٹیاں بدلتی ہیں)۔ جب یہ فرشتے واپس آسمان کی طرف جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ (سب کچھ جاننے کے

باوجود) ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: جب ہم ان کے پاس گئے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم وہاں سے آئے تب بھی وہ نماز ہی پڑھ رہے تھے۔ یہ فرشتوں کی گواہی اللہ کے ہاں بندے کی مقبولیت کا باعث بنتی ہے۔ ایک اور حدیث مسلم شریف میں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: فرشتے مختلف لوگوں کی مجالس میں جاتے ہیں اور ان کی کارگزاری اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں پایا؟ (حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے) فرشتے بتاتے ہیں کہ وہ تیری تسبیح، حمد اور بزرگی بیان کر رہے تھے اور تجھ سے تیری جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے۔ اللہ پوچھتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے بتاتے ہیں نہیں دیکھی۔ اللہ پوچھتا ہے: اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ فرشتے کہتے ہیں: اگر دیکھ لیتے تو جنت کے اور زیادہ حریص ہوتے۔ اللہ فرماتا ہے جاؤ میں نے ان کو جنت عطا کردی۔ پھر اللہ پوچھتا ہے: کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں: نہیں۔ اللہ پوچھتا ہے: اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ فرشتے کہتے ہیں: اگر دیکھ لیتے تو اس سے بچنے کے لیے اور زیادہ کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جاؤ میں نے ان کو جہنم سے آزاد کردیا۔

یہ غیب میں رہ کر ماننے کا فائدہ ہے۔ جو بنا دیکھے رب کو مانتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مقبول بندے ہیں۔ کیا آج ہمارا ایمان غیب پر ہے، جنت کو حاصل کرنے اور جہنم سے بچنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ آج ہمیں دنیا کی کامیابیوں کی فکر ہے، ناکامیوں پر آنسو بھی بہا لیتے ہیں مگر اللہ کی یاد میں آنسو بہانا، غیب میں رہتے ہوئے اس کی رضا کے حصول کی جدوجہد کرنا مانوس ہوگیا ہے۔ ان احادیث کے ذریعے بندوں کو ترغیب دلانا مقصود ہے۔ دوسرا مقصد آخرت کے خسارے سے ڈرانا بھی ہے۔

صحیح بخاری شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سوتا ہے تو شیطان اس کی گردن کے پیچھے تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ اگر وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، نماز ادا کرلے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ آج ہم جاگتے ہی سب سے پہلے سمارٹ فون کی طرف لپکتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے سکھایا جب نیند سے بیدار ہو تو یہ دعا پڑھو:

الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا و الیه النشور

یا کلمہ شہادت کو دہرالو:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده ورسوله

شیطان اللہ سے دور کرنے کے لیے جو تین گرہیں لگاتا ہے، بیدار ہو کر ذکر کرتے ہی پہلی گرہ کھل جاتی ہے، وضو کرنے سے دوسری اور نماز ادا کرنے سے تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اس طرح بندہ ایمان اور شعور کے ساتھ صبح کرتا ہے ورنہ مایوس، بددل اور سست ہو کر صبح کرتا ہے۔ احادیث میں اور بھی تفاصیل ہیں کہ شیطان اس کے منہ اور کانوں میں ناپاکی ڈالتا ہے۔ پھر نحوست اور بے برکتی آتی ہے۔ آج ہمارے ہاں مال، اوقات اور ہر کام میں برکت نہیں رہی۔ وجہ ظاہر ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس اُمت کے لیے ان الفاظ میں دعا فرمائی تھی: یہ سنن ابی داؤد میں جامع ترمذی میں ہے: ((اللّٰھم بارک لی امتی فی بکورھا)) ''اے اللہ میری امت کے لیے صبح کے اوقات میں برکت عطا فرما دے۔'' (سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

نبی اکرم ﷺ کے دور میں تجارتی قافلے اکثر فجر کے وقت نکلتے تھے۔ آج ہمارے ہاں مارکیٹیں دن کے بارہ ایک بجے تک کھلتی ہیں۔ نتیجہ میں اللہ کے پیغمبر ﷺ کی دعا سے بھی محروم ہوگئے۔ اس کے برعکس گورے لوگ آج بھی صبح صادق کے وقت اپنا سفر یا کاروبار شروع کرتے ہیں۔ ایک اور روایت بی بی فاطمۃ الزہراؓ سے روایت ہے۔ فرمایا: میں صبح کے وقت (گویا فجر کے بعد) سوئی تھی تو آپ ﷺ نے مجھے پاؤں سے ہلا کر فرمایا: ''بیٹی اٹھو! اللہ کے ہاں اپنے رزق کی شاہد (گواہ) بنو اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔'' (اگرچہ حدیث ضعیف ہے)

اللہ کے رسول ﷺ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے، اللہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد بھی ذکر اذکار کرتے اور دعائیں مانگا کرتے تھے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ساری رات مارکیٹیں کھلی رہتی ہیں، شغل میلہ لگا رہتا ہے، شادی بیاہ کے مواقع پر ساری رات ہلہ گلہ چلے گا لیکن فجر کے وقت سو رہے ہوں گے۔ یہ تو دنیا دار لوگوں کا حال ہے، دینی حلقوں کا بھی یہ عالم ہے (الا ماشاء اللہ) کہ ساری رات دینی بحثیں ہو رہی ہیں، پوڈکاسٹ ہو رہے ہیں، مناظرے ہو رہے ہیں، مسلکی بحثیں ہو رہی ہیں، دو، تین، چار بجے تک رات گزر جاتی ہے اور اس کے بعد 'مجاہدین' سو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی اس طرف توجہ دلایا کرتے تھے کہ انقلاب کا نعرہ لگانا بہت آسان ہے مگر انقلاب لانے کے لیے وہ کردار اور عمل اپنے اندر پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر ہمارا ایمان فجر کے وقت ہمیں اُٹھا کر مصلے پر کھڑا نہیں کر رہا، اپنے چھ فٹ کے قد پر اسلام نافذ نہیں ہو رہا ہے تو 25 کروڑ عوام میں انقلاب کیسے لائے گا؟ پھر جو ایمان ہمیں اُٹھا کر مصلے پر کھڑا نہیں کر رہا تو وہ ہمیں جنت میں کیسے لے جائے گا۔ یہ اپنے آپ کو دھوکہ دینے والی بات ہے۔ دین کے ہر حکم کو اس کی جگہ پر رکھنا ہے۔ دنیا دار طبقے کی تو بات ہی الگ ہے۔ وہاں تو ساری رات سوشل میڈیا چلتا ہے، نیٹ فلیکس بھی چلتا ہے، مونیٹائزیشن بھی چل رہی ہے، کمائی بھی چل رہی ہے اور دنیا جہاں کا وبال چل رہا ہے۔ فجر کے وقت سو جاتے ہیں اور ظہر کے بعد اُٹھتے ہیں۔ ادھر دین کے نام پر راتوں کو جاگ رہے ہیں اور فجر میں اگر ہم سو رہے ہیں تو یہ کون سے اسلامی انقلاب کی تیاری کر رہے ہیں، کون سا اسلامی انقلاب برپا کرنے کی بات کر رہے ہیں، ساری رات دینی بحثوں میں لگے رہنا اور فجر کے وقت سوتے رہنا کونسا دینی کام ہے۔ پھر اس کے اثرات جسم اور صحت پر بھی پڑتے ہیں، میڈیکل سائنس کا پورا موضوع ہے۔ دن کے وقت کام میں سستی اور دیگر منفی اثرات الگ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ کی دعاؤں سے بھی محروم ہو رہے ہیں جو انہوں نے فجر کے وقت بیدار ہونے اور نماز ادا کرنے والوں کی حق میں فرمائی ہیں۔ آج ہم دنیا کے حصول کے لیے اتنی جدوجہد کرتے ہیں، اگر صبح کی فلائیٹ ہو تو آدھی رات کو اُٹھ کر تیاری کرتے ہیں، بچے کو سکول بھیجنا ہو تو الارم لگا کر رکھتے ہیں اور وقت پر اُٹھ کر تیاری کرتے ہیں، اگر ہم دنیا کے لیے اتنی جدوجہد کرتے ہیں تو اللہ کے حکم کے سامنے جھکنے کے لیے اور آخرت کی دائمی زندگی کے لیے کس قدر متفکر ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں فجر کے وقت بیدار ہونے والا، رب کے حضور سجدہ ادا کرنے والا اور فجر کے وقت کی برکات اور سعادتوں کا حقدار بنا دے۔ آمین یارب العالمین!

جب تک مسلم ممالک متحد ہو کر کوئی مشترکہ لائحہ عمل نہیں بناتے، اسرائیل ایک ایک کر کے مسلم ممالک کا شکار کرتا رہے گا: رضاء الحق

فلسطینی اگر اتنی مار کھا کر بھی حوصلہ نہیں ہارے اور آزاد فلسطینی ریاست کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں تو باقی 57 مسلم ممالک کو بھی حوصلہ پکڑنا چاہیے اور فلسطینیوں کی مدد کرنی چاہیے: پروفیسر خرم عزیز

پاکستان اہل غزہ کے لیے کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ بیرونی قرضوں کی وجہ سے اس کی خود مختاری گروی رکھ دی گئی ہے: ڈاکٹر محمد عارف صدیقی

”غزہ پر اسرائیلی جارحیت کے تین سال“

پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

غزہ پر حالیہ اسرائیلی جارحیت کے 3 سال مکمل ہو چکے ہیں۔ ان 3 سالوں میں زندہ بچ جانے والے فلسطینی مرد، عورتیں اور بچے صیہونی مظالم کے علاوہ موت، بھوک اور زندہ رہنے کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اس عرصے میں اقوام متحدہ میں کئی قراردادیں پیش ہوئیں، عالمی عدالتوں میں مقدمات بھی پیش ہوئے، جنگ بندی کی اپیلیں ہوئیں، امداد کے دعوے بھی ہوئے اور دنیا بھر میں عوامی مظاہرے بھی۔ لیکن بقول شاعر:

ہم باغِ تمنا میں دن اپنے گزار آئے
آئے نہ بہار آخر، شاید نہ بہار آئے

کے مصداق دور دور تک یا ارضِ فلسطین پر بہار آنے کے امکانات نظر نہیں آ رہے۔ ہم آج کے پروگرام میں اپنے تجزیہ نگاروں سے یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ گزشتہ 3 سالہ صیہونی جارحیت کی وجہ سے شکست کس کو ہوئی ہے۔ فلسطینی مسلمانوں کو، اسرائیل کو یا عالمی ضمیر کو۔ اس دلخراش اور خوفناک موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے میرے ساتھ تشریف فرما ہیں ترجمان تنظیم اسلامی محترم رضاء الحق صاحب، بین الاقوامی قانون کے ماہر محترم پروفیسر خرم عزیز صاحب اور معروف دانشور اور مصنف محترم ڈاکٹر محمد عارف صدیقی۔

سوال: یہ جنگ کب ختم ہوگی اور فلسطینی مسلمانوں کو آزادی، امن اور سکون کب تک ملنے کی توقع ہے؟

پروفیسر خرم عزیز: اسرائیل کا قیام ایک ناجائز طریقے سے عمل میں آیا تھا۔ برطانیہ اور امریکہ اس کے پشت پناہ تھے۔ 1917ء میں برطانیہ نے بالفور ڈیکلریشن پاس کیا، ہولوکاسٹ کا بہانہ بنا کر صیہونیوں نے کہا کہ ہمیں فلسطین میں اپنی ریاست چاہیے۔ عربوں کے ساتھ جتنی بھی جنگیں اسرائیل کی ہوئیں وہ اس نے امریکہ اور برطانیہ کی پشت پناہی میں جیت لیں۔ جبکہ دوسری طرف مسلمان تقسیم کا شکار ہیں، اس سے اس کو مزید شہ مل گئی۔ اسرائیل مغربی کنارے اور غزہ پر مسلسل قبضہ کرتا چلا جا رہا ہے۔ گویا وہ اس تاک میں تھا کہ 7 اکتوبر 2023ء جیسا کوئی واقعہ ہو اور اس کو جواز بنا کر وہ باقی ماندہ فلسطین پر بھی قبضہ کر لے۔ غزہ میں اب کوئی عمارت کھڑی نہیں رہ گئی، 75 ہزار شہادتوں کا کہا جاتا ہے لیکن اندازہ یہ ہے کہ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے۔ جو مسلمان باقی بچے ہیں وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں۔ جب تک مسلم دنیا متحد نہیں ہوتی، امریکہ، اقوام متحدہ اور دیگر عالمی طاقتوں کے ساتھ بیٹھ کر ڈپلومیٹک طریقے سے مسئلے کا حل تلاش نہیں کرتی یا مسلمان متحد ہو کر اسرائیل کو معاشی طور پر ضرب نہیں لگاتے تب تک فلسطین کے مسئلے کا کوئی حل نہیں نکل سکتا۔ فلسطینی اتنی مار کھا کر بھی حوصلہ نہیں ہارے اور اپنی آزاد فلسطینی ریاست کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں، باقی 57 مسلم ممالک کو بھی حوصلہ پکڑنا چاہیے اور فلسطینیوں کی مدد کرنی چاہیے۔

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: اس جنگ میں اگر کسی کو شکست ہوئی ہے تو یہ شکست پوری دنیا کے مسلمانوں کو ہوئی ہے، اہل غزہ کو شکست نہیں ہوئی۔ اہل غزہ کے ذمے جو کچھ تھا انہوں نے وہ کیا، جس استقامت کا اور بہادری کا مظاہرہ وہ کر سکتے تھے انہوں نے اس سے بڑھ کر کیا۔ لیکن پوری دنیا کے مسلمانوں نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی۔ وہ اس میں بری طرح فیل ہوئے۔ اس کے بعد اس جنگ میں عالمی ضمیر کو بھی شکست ہوئی، مغرب کے طاغوت کے بیانیے کو شکست ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مادی لحاظ سے غزہ کا بہت نقصان ہوا، ان کا پورا انفراسٹرکچر تباہ ہو گیا، جانی اور مالی نقصان ہوا لیکن اخلاقی لحاظ سے اہل غزہ کی فتح ہوئی ہے۔ اس میدان میں اسرائیل اور اس کے حواری بری طرح بے نقاب ہو گئے، انہوں نے اپنا بیانیہ کھو دیا، اپنی اخلاقی گراؤنڈ کھو دی۔ عالمی عدالت انصاف بھی ان کے خلاف فیصلے دے رہی ہے، اقوام متحدہ میں کئی ممالک نے اس کے خلاف بیان دیئے، اس کا پرائم منسٹر آتا ہے اور لوگ اٹھ کر بائیکاٹ کر کے چلے جاتے ہیں، یعنی انہوں نے اسے جوتے کی نوک پر رکھا۔ عسکری لحاظ سے دیکھیں تو اسرائیل جو خود کو دنیا کی چوتھی بڑی عسکری طاقت کہتا تھا، خود کو AI کا ناخدا کہتا تھا، پوری دنیا کی ٹیکنالوجی اس کے ساتھ تھی، اس کے باوجود وہ اپنے ڈکلیئرڈ ٹارگٹس کو حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ لہٰذا اخلاقی اور عسکری لحاظ سے اسرائیل کو شکست ہوئی۔

سوال: جو حالات اس وقت چل رہے ہیں، چاہے عالمی عدالت انصاف ہو، اقوام متحدہ ہو یا انسانی حقوق کے ادارے ہوں وہ فلسطینیوں پر ہونے والے ظلم کو روک نہیں پا رہے۔ کیا یہ ادارے اس کی صلاحیت نہیں رکھتے؟

رضاء الحق: اسرائیل کا قیام جس صیہونی منصوبے کے تحت عمل میں آیا تھا اس میں یہ ساری چیزیں شامل تھیں۔ عالمی صیہونی تنظیم نے جب 1898ء میں اپنا اجلاس منعقد کیا تھا تو وہاں صیہونی تنظیم کے بانی تھیوڈور ہرزل نے گریٹر اسرائیل کا منصوبہ پیش کیا اور بعد میں 1902ء میں اپنی کتاب Altnewland میں گریٹر اسرائیل کا نقشہ بھی پیش کیا۔ اسی اجلاس میں انہوں نے کچھ پروٹوکولز بھی طے کیے تھے۔ اسی منصوبے کے مطابق پہلی اور دوسری جنگ عظیم ہوئی، بالفور ڈیکلریشن پاس کیا گیا، خلافت ختم کر کے عالم اسلام کو تقسیم کر دیا گیا۔ طاقت کا مرکز برطانیہ کی بجائے امریکہ شفٹ ہو گیا، لیکن جیسا کہ اقبال نے کہا تھا: ؎

فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے

برطانیہ کی طرح امریکہ بھی یہود کے شکنجے میں رہا اور اقوام متحدہ، ورلڈ بینک، IMF سمیت تمام بین الاقوامی ادارے جو بنائے گئے وہ صرف صہیونیوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے بنائے گئے۔ عالمی عدالتیں جو بنائی گئیں وہ بھی صہیونی لابی کے سامنے بے بس رہیں۔ اکتوبر 2023ء کے بعد عالمی عدالت انصاف میں جنوبی افریقہ نے اسرائیل کے خلاف کیس فائل کیا، اسرائیل کے خلاف فیصلہ بھی آ گیا پھر عالمی فوجداری عدالت نے نتن یاہو سمیت، بعض اسرائیلی عہدیداروں کے خلاف وارنٹ گرفتاری بھی جاری کیے لیکن عمل درآمد کچھ نہیں ہوا۔ یہ سارے معاملات ایک منصوبے کے تحت آگے بڑھ رہے ہیں اور بدقسمتی سے مسلم ممالک تقسیم در تقسیم کا شکار ہیں۔ جب تک مسلم ممالک اس پوری صورتحال کو سمجھتے ہوئے متحد ہو کر کوئی مشترکہ لائحہ عمل نہیں بناتے اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسرائیل ایک ایک کرکے مسلم ممالک کو ٹارگٹ کرتا رہے گا۔ عالمی اداروں سے کسی قسم کی اُمید نہ رکھیں۔ ان اداروں کی عمر ویسے بھی پوری ہو چکی ہے، اب کوئی نیا نظام بنتا ہوا دکھائی دے رہا ہے جس کے اپنے ادارے ہو سکتے ہیں۔ یا پھر مختلف بلاکس بن سکتے ہیں۔

سوال: جو بورڈ آف پیس بنایا گیا تھا، 8 ماہ گزرنے کے باوجود اس کی کوئی کارکردگی سامنے نہیں آئی۔ کیا یہ غزہ کی تعمیر نو کا منصوبہ تھا یا ایک بڑے ہی آرگنائزڈ انداز میں غزہ پر قبضہ کرنے کا نیا سیاسی فارمولا تھا؟

پروفیسر خرم عزیز: اہل غزہ پر ڈھائے جانے والے مظالم کی وجہ سے پوری دنیا میں اسرائیل کے خلاف ایک ردعمل سامنے آ گیا تھا۔ بورڈ آف پیس بنا کر وقتی طور پر اس ردعمل کو ٹالا گیا اور کچھ وقت حاصل کیا گیا تاکہ اس کی آڑ میں اسرائیل غزہ پر قبضہ کر سکے۔ گویا یہ غزہ پر اسرائیل کے ناجائز اور غیر اخلاقی قبضہ کو جواز فراہم کرنے اور اسرائیل نے بین الاقوامی قوانین کی جو خلاف ورزیاں کی ہیں، اُن پر پردہ ڈالنے کا ایک منصوبہ ہے۔ اس بورڈ میں فلسطینیوں کی کوئی نمائندگی نہیں تھی حالانکہ فلسطینی اصل فریق ہیں۔ ان کی نمائندگی کے بغیر کوئی بھی کیمو فلاج ادارہ بنے گا تو وہ اسرائیلی مفادات کا ہی تحفظ کرے گا۔ ٹرمپ نے واضح کہا تھا کہ وہ غزہ میں ٹورسٹ ریزورٹ اور پورٹ وغیرہ بنانا چاہتے ہیں۔ ٹرمپ ایک رئیل اسٹیٹ ایجنٹ ہے اور اس نے اسی نظر سے غزہ کو دیکھا تاکہ غزہ بورڈ آف پیس کے تحت غزہ کی تعمیر نو کے نام پر انوسٹرز کو دعوت دی جائے۔

سوال: مسئلہ فلسطین کے اصل فریق فلسطینی ہیں۔ فلسطینی مسلمانوں کو اعتماد میں لیے بغیر غزہ بورڈ آف پیس یا کسی قسم کا اتحاد بنانا کیا معنی رکھتا ہے؟

رضاء الحق: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی ہمیں اس حوالے سے بڑی کلیئر رہنمائی دے دی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> **غزہ بورڈ آف پیس فلسطینیوں کی نمائندگی کے بغیر بنایا گیا۔ ایسا کوئی بھی کیموفلاج ادارہ جو فلسطین کے معاملے پر بنے گا وہ اسرائیلی مفادات کا ہی محافظ ہوگا۔**

(ترجمہ): ’’یہود و نصاریٰ کبھی تم سے راضی نہ ہوں گے جب تک کہ تم ان کی ملت کی پیروی نہ کرو۔‘‘ (البقرہ:120)

گویا ان کی تہذیب و ثقافت کو جب تک نہ اپنا لیں وہ کبھی خوش نہیں ہوں گے۔ بدقسمتی سے یہ دور فتن ہے۔ ایک معروف حدیث میں اس دور کے مسلمانوں میں ’وہن‘ کی بیماری کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کی وضاحت بھی آئی ہے کہ وہن دنیا سے محبت اور موت سے نفرت ہے۔ آج مسلمانوں میں اس مرض کے آثار واضح طور پر دکھائی دے رہے ہیں۔ مسلم اشرافیہ اور حکمران دنیا کی محبت میں غرق ہیں، حکمران چاہتے ہیں کہ کسی طرح ان کا اقتدار بچ جائے، وہ امریکہ کو خوش کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ہر خطہ کے مسلمانوں نے اپنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بنا کر اپنی اپنی تہذیب اور ثقافت کو ترجیح دینا شروع کر دی۔ جیسے ایرانیوں نے قدیم ایرانی تہذیب کو اجاگر کرنا شروع کر دیا۔ کہیں دنیوی شان و شوکت اور مال و دولت کو ترجیح دی گئی، پہلے بیروت، پھر دوبئی اور اب نیوم سٹی جیسے منصوبے مغربی کلچر اور تہذیب سے متاثر ہو کر شروع کیے گئے۔ گویا دجال کے آنے سے پہلے دجالی نظام، دجالی تہذیب اور کلچر کا غلبہ واضح دکھائی دے رہا ہے۔ ان حالات میں جو حق کے لیے کھڑا ہوا اس کی زندگی کو باطل قوتوں نے مشکل بنا دیا۔ اہل غزہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اسی طرح کشمیر، میانمار، بھارت کے مسلمان بھی بڑے امتحان سے گزر رہے ہیں۔ جب غزہ پر بمباری ہو رہی تھی، عورتوں اور بچوں کو شہید کیا جا رہا تھا تو مسلم حکمران خاموش تھے لیکن جیسے ہی ٹرمپ کے یہودی داماد کشنر نے اعلان کیا کہ غزہ میں عالی شان ہوٹل اور ریزورٹ بنیں گے، انوسٹمنٹ ہوگی تو مسلم حکمران فوراً اُچھل پڑے کہ یہ تو بڑا زبردست موقع ہے اور غزہ بورڈ آف پیس کا حصہ بننے کے لیے تیار ہو گئے۔ حالانکہ غزہ کے اصل فریق فلسطینی مسلمان ہیں، ان کی نمائندہ حماس ہے اُن سے کسی نے پوچھا تک نہیں۔ دراصل غزہ بورڈ آف پیس ایک ایسا تختۂ مشق ہے جس پر اہل غزہ کو پیسا جائے گا۔ اگر امن اس کا ہدف ہوتا تو اس کے بعد بھی اسرائیل اب تک غزہ پر بمباری کر رہا ہے تو بورڈ آف پیس کہاں ہے؟ دراصل اسرائیل کے خلاف پوری دنیا میں جو احتجاج ہو رہا تھا، اس کو روکنے کے لیے یہ بورڈ بنایا گیا۔ اس کے ذریعے اسرائیل اپنے اہداف کی جانب مزید بڑھا ہے۔ آپ بورڈ آف پیس کی طرف سے جاری 7 اکتوبر 2026ء کی پریس ریلیز جو اس کے آفیشل X اکاؤنٹ پر موجود ہے کو پڑھ لیں، سب سمجھ میں آ جائے گا!

سوال: غزہ گزشتہ تین سال سے جل رہا ہے اور ملبے کا ڈھیر بن چکا ہے۔ اتنی زیادہ شہادتیں ہو چکی ہیں اور جو باقی بچے ہیں وہ بھی بھوک، پیاس اور موت سے لڑ رہے ہیں اور اسرائیلی مظالم کو برداشت کر رہے ہیں۔ عالم اسلام نے اس دوران اہل غزہ کی کیا مدد کی ہے اور اگر کی ہے تو اس کے نتائج کیا ہیں؟

پروفیسر خرم عزیز: مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم OIC ہے۔ 1969ء میں جب مسجد اقصیٰ میں آگ لگنے کا واقعہ ہوا تھا تو اس کے ردعمل میں یہ تنظیم بنائی گئی عالم اسلام کو اس سے بڑی توقعات تھیں کہ ایک پورا اسلامک بلاک بنے گا جو اسرائیل کو کاؤنٹر کرے گا اور عالم اسلام کے مفادات کا تحفظ کرے گا۔ بدقسمتی سے ایسا کچھ نہیں ہوا۔ حالانکہ دنیا کی آبادی کا 20 فیصد مسلمان ہیں، تیل کے ذخائر کا ایک تہائی حصہ مسلم ممالک کے پاس ہے، پوری دنیا کے وسائل کا 40 فیصد عالم اسلام کے پاس ہے۔ 1973ء میں جب سعودی عرب نے تیل کی سپلائی بند کر دی تھی تو پوری دنیا پر بڑا پریشر آ گیا تھا۔ اسرائیل کی اکانومی گر گئی تھی۔ مسلم ممالک متحد ہو کر اپنے مفادات کا تحفظ کر سکتے ہیں لیکن بدقسمتی سے ان میں تقسیم پیدا کر دی گئی، جیسے عرب اور ایران کی تقسیم نے دشمن کو فائدہ پہنچایا۔ OIC نے اس تقسیم کو ختم کرنے کے لیے کوئی کردار ادا نہیں کیا، اس کے اجلاس نشستند و گفتند و برخاستند سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ جبکہ مغربی ممالک نے اسی طرز پر یورپی یونین بنا کر مشترکہ کرنسی جاری کی، ویزوں میں نرمی پیدا کی گئی۔ وہ متحد ہو رہے ہیں لیکن مسلم ممالک

کے مابین تقسیم ختم نہیں ہو رہی۔ اگر گھر میں تفرقہ ہوگا تو محلے والے بھی آپ کی بات نہیں سنیں گے۔ اگر صرف سعودی عرب، ایران اور متحدہ عرب امارات آپس میں متحد ہو جائیں تو دنیا بھر میں آئل کی سپلائی کو کنٹرول کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر مسلم ممالک آپس میں متحد نہ ہوئے اور حالات ایسے ہی رہے تو اسرائیل غزہ اور مغربی کنارے پر بھی قبضہ کرے گا اور فلسطین کا دو ریاستی حل بھی ممکن نہیں رہے گا۔ اس وقت کرنے کا کام یہ ہے کہ جیسے مکہ معاہدہ ہوا ہے اسی طرح حوثیوں کے ساتھ بھی معاملہ طے کیا جائے، آئل سپلائی کو کنٹرول کیا جائے اور امریکہ کو باور کروایا جائے کہ مسلم ممالک بحری راستوں کا دفاع خود کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: اگر مکہ معاہدہ ہو سکتا ہے تو غزہ معاہدہ کیوں نہیں ہو سکتا؟ سعودی عرب کو فوجی تعاون مل سکتا ہے تو اہل غزہ کی مدد کیوں نہیں ہو سکتی۔ OIC، عرب لیگ اور اس طرح کی تمام تنظیموں کے جو اجلاس ہوتے ہیں وہ صرف مسلمانوں کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ ان اجلاسوں میں جو شاہ خرچیاں ہوتی رہیں، شاہانہ ہوٹلوں میں اجلاس ہوئے، اس کا اہل غزہ کو کیا فائدہ ہوا؟ ایسی تنظیموں کی بنیاد نظریات کے اوپر نہیں بلکہ مفادات کے اوپر رکھی گئی ہے۔ مثال کے طور پر 1973ء میں تیل کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کا فیصلہ ہوا اور پوری دنیا کو پتہ لگا کہ مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا ہتھیار ہے جو دنیا کو جام کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے بعد کیمپ ڈیوڈ معاہدہ میں ہمارے اپنوں نے ہی ہماری پشت میں خنجر گھونپا۔ مگر آج تک OIC نے مسجد اقصیٰ کے تحفظ کے لیے کیا کیا؟ پھر دیکھیں چند سال پہلے معاہدہ ابراہیمی ہوا، اس میں یہ شامل تھا کہ جب تک فلسطین کو آزاد ریاست کے طور پر تسلیم نہیں کیا جائے گا، فلسطینیوں کو جینے کا حق نہیں دیا جائے گا، اس وقت تک اسرائیل سے کسی بھی قسم کے سیاسی، سفارتی یا تجارتی تعلقات قائم نہیں کیے جائیں گے مگر انہی عرب ممالک میں سے کچھ نے ان شقوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسرائیل سے سفارتی و تجارتی تعلقات قائم کر لیے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو یہ واحد اسلامی ایٹمی قوت ہے۔ فضاؤں پر ہماری برتری پوری دنیا مانتی ہے، میزائل ٹیکنالوجی ہمارے پاس ایسی کہ دنیا خوفزدہ ہے مگر یہ ناقابل تسخیر فضائی صلاحیت، میزائل ٹیکنالوجی، ایٹمی اثاثے، پیشہ ورانہ فوج غزہ کے لیے نہیں ہے۔ حالانکہ اس سے قبل عرب اسرائیل جنگوں میں پاکستان نے طیارے اور پائلٹ بھیجے، ساز و سامان بھیجا اور بڑی مدد کی۔ لیکن اب پاکستان کی خود مختاری سودی قرضوں کی وجہ سے گروی رکھ دی گئی ہے۔ اب ہم اپنے فیصلے خود کرنے کے قابل نہیں رہے۔ چند سال پہلے کوالالمپور سمٹ میں پلان کیا گیا، مسلم ورلڈ کی ایک کرنسی ہوگی، ایک ویزہ ہوگا وغیرہ۔ لیکن پاکستان اس سمت میں نہیں جا سکا کیونکہ معاشی بیڑیاں پاؤں میں تھیں اور اطلاعات کے مطابق سعودی عرب نے جانے سے روک دیا۔

سوال: کچھ مسلم ممالک کی جانب سے حوثیوں کے

> **پوری دنیا میں اسرائیل کے خلاف جو احتجاج اور نفرت بڑھ رہی تھی، اس کی شدت کو کم کرنے کے لیے غزہ بورڈ آف پیس بنایا گیا۔**

خلاف فوج بھیجنے کی اطلاعات سامنے آرہی ہیں۔ کیا حوثیوں کے خلاف لشکر کشی سے مسئلہ حل ہو جائے گا؟

پروفیسر خرم عزیز: نہیں! اس طرح مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ امن کے قیام کے لیے ایران کے ساتھ بیٹھنا پڑے گا، مذاکرات کرنے پڑیں گے، کچھ باتیں ان کی بھی ماننی پڑیں گی۔ پاکستان اس ضمن میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہے کیونکہ پاکستان اس پوزیشن میں ہے۔ گزشتہ سال انڈیا کو شکست دینے کے بعد پاکستان کی عزت بڑھی ہے، پھر افغانستان، روس اور چین کی وجہ سے امریکہ کے کچھ مفادات بھی پاکستان کے ساتھ ناٹی ہیں۔ پاکستان اپنی اس پوزیشن کو اُمت کے مفادات کے لیے استعمال کر سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے گھر میں بھی نظم اور اتحاد قائم کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد پاکستان اس پوزیشن میں ہوگا کہ مسئلہ فلسطین پر بھی اثر انداز ہو سکے۔ یروشلم تینوں ابراہیمی مذاہب کے لیے مقدس ہے، اسے بین الاقوامی شہر قرار دے کر مشترکہ کنٹرول میں دیا جا سکتا ہے اور اس کے ساتھ دو ریاستی حل کے بارے میں بھی سوچا جا سکتا ہے۔ تاکہ فلسطینیوں کو زندہ رہنے کا حق مل سکے۔

سوال: مسئلہ فلسطین کے دو ریاستی حل کے حوالے سے آپ کی کیا رائے ہے؟ گزشتہ تین سال میں اسرائیلی مظالم کے خلاف پاکستان نے جو کردار ادا کیا ہے کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟

رضاء الحق: پاکستان اور تنظیم اسلامی کا اصولی موقف بھی ہے کہ اسرائیل کا فلسطین پر قبضہ ناجائز ہے لہٰذا اسرائیلی ریاست کا کوئی جواز نہ تو اخلاقی لحاظ سے بنتا ہے اور نہ ہی بین الاقوامی قوانین اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اگر دینی لحاظ سے دیکھا جائے تو قبلہ اول پر سوائے مسلمانوں کے کسی اور کا حق بنتا ہی نہیں ہے۔ دو ریاستی حل بھی ناممکن ہے کیونکہ اسرائیل کسی فلسطینی ریاست کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ وہ اس پورے خطے پر قبضہ کر کے گریٹر اسرائیل بنانے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ اس کے تحت وہ باقی عرب ممالک پر بھی قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ صیہونی مدینہ منورہ پر بھی قبضے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ (معاذ اللہ) پاکستان اسرائیل کی نظروں میں کھٹکتا ہے۔ بن گوریان نے کہا تھا کہ عرب ممالک سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے، ہمیں اصل خطرہ پاکستان سے ہے۔ نیتن یاہو نے بھی یہی کہا کہ اسرائیل کو دو مسلم ممالک سے خطرہ ہے، ایک ایٹمی قوت ہے اور دوسرا ایٹمی قوت حاصل کر سکتا ہے۔ ایران کو ایٹمی قوت بننے سے روکنے کے لیے اس نے جنگ مسلط کی ہوئی ہے۔ دوسری طرف سعودی عرب اور حوثیوں کے درمیان جنگ چھیڑ دی گئی ہے، اسرائیل کی کوشش ہے کہ کسی طرح پاکستان بھی اس جنگ میں کود پڑے۔ پاکستان نے وار فیئر میں جو مہارت حاصل کی ہے اس کا مظاہرہ وہ انڈیا کے ساتھ معرکہ میں دیکھ چکے ہیں حالانکہ انڈیا کے پاس اسرائیل کی ڈرون ٹیکنالوجی بھی تھی۔ اب ٹرمپ نے اے آئی کمانڈ بنانے کا اعلان کیا ہے اور اسرائیل نے AI کے ذریعے غزہ میں بہت زیادہ ٹارگٹ کلنگ کی ہے۔ یہ ان کا ایک اور مکروہ چہرہ کھل کر سامنے آ رہا ہے۔ جہاں تک غزہ کے حوالے سے پاکستان کے کردار کا سوال ہے تو پاکستان کو عملی کردار ادا کرنا ہوگا محض بیانات کافی نہیں۔ بورڈ آف پیس سے فوری طور پر نکلے۔ پاکستان ایک معجزے کے طور پر معرض وجود میں آیا تھا اور اس کا ایٹمی قوت بننا بھی ایک معجزہ ہے۔ شاید اللہ پاکستان سے کچھ کام لینا چاہتا ہے، احادیث میں مشرق سے لوگوں کا حضرت مہدی کی نصرت کے لیے نکلنے کا تذکرہ ہے۔ خراسان سے اسلامی لشکروں کے نکلنے، دجال کی فوج کے خلاف لڑنے کا ذکر ہے اور تاریخی خراسان میں پاکستان کا کچھ حصہ بھی شامل ہے۔ مستقبل کے اس منظر نامے کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں تیاری کرنی چاہیے اور اُمت مسلمہ کی لیڈر شپ کا کردار ادا کرنا چاہیے۔ اگر غیر مسلم مل کر نیٹو بنا سکتے ہیں تو مسلم ممالک ایک مشترکہ عسکری اتحاد کیوں نہیں بنا سکتے۔

تکمیلِ رسالت کا منطقی نتیجہ (4)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

تکمیلِ رسالت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے جتنے رسول آئے وہ کسی قوم کے لیے کسی علاقے کے لیے یا کسی شہر کے لیے آئے‘ پوری نوعِ انسانی کے لیے کوئی رسول مبعوث نہیں ہوا۔ محمد عربی ﷺ اللہ کے واحد رسول ہیں جن کی بعثت پوری نوعِ انسانی کے لیے ہے۔ قرآن مجید میں حضرت نوح ؑ کے بارے میں ارشاد ہوا: ﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِهٖۤ﴾ ’’ہم نے نوح کو بھیجا اُس کی قوم کی طرف‘‘۔ حضرت ہود ؑ کے بارے میں صراحت ہے کہ آپ قوم عاد کے لیے بھیجے گئے: ﴿وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمۡ هُوۡدًا ؕ﴾ حضرت صالح ؑ قومِ ثمود کی طرف بھیجے گئے: ﴿وَاِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ صٰلِحًا ۘ﴾ اسی طرح حضرت شعیب ؑ قوم مدین کی طرف بھیجے گئے ﴿وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَیۡبًا ؕ﴾۔

حضرت عیسیٰ ؑ کے بارے میں اشکال پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے اس وقت پوری دنیا میں ہیں اور ساری نسلوں کے لوگ ہیں۔ مشرقِ بعید میں چلے جایئے‘ عیسائیت موجود ہے۔ تاریک براعظم افریقہ کے گھنے ترین جنگلات میں کانگو کے تاس میں پہنچ جایئے‘ وہاں آپ کو عیسائی مل جائیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عیسائی مشنریز نے تبلیغ کے ضمن میں بہت کارنامے کیے ہیں اور عیسائیت کو جہاں جہاں پہنچایا ہے‘ عام انسانوں کا وہاں پہنچنا آسان کام نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں جیکب آباد میں عیسائی مشن قائم ہیں۔ وہاں اتنی شدید گرمی ہے کہ ہم بھی وہاں پر جاتے ہوئے گھبراتے ہیں‘ لیکن وہاں انہوں نے اپنے مشن قائم کیے۔ تو اس سے شک ہوتا ہے کہ شاید حضرت مسیح ؑ کی بعثت پوری نوعِ انسانی کی طرف ہو‘ لیکن اس نکتے کو سمجھ لیجیے کہ عقلی اور منطقی اعتبار سے اور منصوص اور منقول ہونے کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ ؑ کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی۔ قرآن مجید میں سورۂ آل عمران میں کہا گیا: ﴿وَرَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ﴾ ’’وہ رسول تھے بنی اسرائیل کی طرف‘‘۔ قرآن کی اس نص قطعی کے علاوہ خود انجیل میں موجود ہے کہ حضرت مسیح ؑ فرماتے ہیں: ’’میں صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں آیا ہوں‘‘۔ پھر جب آپ ﷺ نے اپنے بارہ حواریوں کو بھیجا ہے کہ جاؤ‘ اب جو چیز تمہیں مجھ سے ملی ہے اسے تقسیم کرو‘ لوگوں میں پہنچاؤ‘ تبلیغ کرو‘ تو ساتھ ہی فرما دیا کہ تمہیں Gentiles میں تبلیغ نہیں کرنی ہے۔ یہ Goyems اور Gentiles یہودی اصطلاحیں ہیں۔ یہودی سمجھتے ہیں کہ دراصل انسان تو صرف ہم یہودی ہیں‘ باقی جو مختلف نسلوں کے انسان ہیں‘ یہ انسان نما حیوان ہیں۔ ان کی شکلیں انسانوں کی سی ہیں‘ حقیقت میں یہ حیوان ہیں۔ اور ان کے لیے یہودی Goyems اور Gentiles کی اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں۔ انجیل میں موجود ہے کہ Gentiles کو تبلیغ کرنے سے حضرت مسیح ؑ نے روکا۔ بلکہ انجیل میں جو الفاظ ہیں وہ تو میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح ؑ کے الفاظ نہیں ہو سکتے‘ اس میں یقیناً کسی اور نے نمک مرچ ملا دیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں کہ ’’کوئی شخص بھی اپنے بچوں کے حصے کی روٹی کتے کے آگے نہیں ڈالتا‘‘۔

بہرحال یہ بات قرآن سے بھی ثابت ہے اور انجیل سے بھی کہ حضرت عیسیٰ ؑ صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیے گئے تھے۔ یہ تو اصل میں سینٹ پال تھا‘ جس نے حضرت مسیح ؑ کے دین کو ختم کر دیا اور مسیحیت کے نام پر اپنا خود ساختہ مذہب دنیا میں پھیلا دیا‘ جیسے ہمارے ہاں عبداللہ بن سبا یہودی‘ اسلام کا شدید دشمن ایک موقع پر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر آ گیا اور اس نے مسلمانوں کے اندر رخنہ پیدا کیا‘ بنوامیہ اور بنوہاشم کی پرانی چپقلش کو زندہ کیا اور کہا کہ اللہ کے رسولؐ کے وصی تو علی ہیں‘ خلافت اُن کا حق ہے‘ یہ عثمان جو بیٹھا ہے یہ غاصب ہے‘ اور اس سے پہلے ابوبکر اور عمر بھی غاصب تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین‘ نقل کفر کفر نباشد) بہرحال اسی کے پھیلائے ہوئے فتنے کے نتیجے میں حضرت عثمان ؓ کی شہادت ہوئی۔ پھر ساڑھے چار برس تک مسلمان آپس میں لڑتے رہے اور حضرت علی ؓ کے عہد خلافت کے دوران ساڑھے چار سال میں ایک لاکھ مسلمان ایک دوسرے کی تلواروں اور نیزوں سے ختم ہوئے۔ تو وہ جو اسلامی فتوحات کا سیلاب پوری طرح دنیا پر چھا رہا تھا‘ جس کے بارے میں علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا!

وہ سیلِ رواں تھم گیا۔ اسلام کی جو پیش قدمی دائیں اور بائیں دونوں طرف ہو رہی تھی وہ رک گئی۔ ورنہ اُسی وقت پوری دنیا میں اللہ کے دین کا بول بالا ہو چکا ہوتا۔

اسی طرح نام نہاد سینٹ پال کا معاملہ تھا۔ جب تک حضرت مسیح ؑ دنیا میں موجود رہے وہ آپ کا شدید ترین مخالف رہا۔ جب حضرت مسیح ؑ کو اللہ نے اُٹھا لیا تو اب وہ منافقت کا لبادہ اوڑھ کر آ گیا کہ مجھے مکاشفہ ہوا ہے‘ مسیح سے ملاقات ہوئی ہے اور اب میں مسیح پر ایمان لے آیا ہوں اور مسیحؑ نے مجھے یہ حکم دیا ہے‘ یہ مقام عطا کیا ہے۔ پھر وہ متبعین مسیح کا سب سے بڑا لیڈر بن گیا اور اس نے مسیحیت میں وہ تبدیلیاں کیں کہ حضرت مسیح کے دین کو یکسر ختم کر دیا۔ عبداللہ بن سبا بھی ہمارے دین کو ختم کرنا چاہتا تھا‘ لیکن یہ آخری دین تھا‘ اللہ نے اس کی حفاظت فرمائی ہے‘ جبکہ سینٹ پال نے توفی الواقع حضرت مسیح کے دین کو ختم کر دیا۔ سب سے بڑا کام یہ کیا کہ توحید کو تثلیث سے بدل دیا۔ حضرت مسیح کے کسی قول کے اندر تثلیث موجود نہیں ہے۔ آپ چاروں اناجیل پڑھ جایئے‘ اگرچہ یہ تحریف شدہ اناجیل ہیں پھر بھی کہیں بھی آپ کو تثلیث کا جملہ نہیں ملے گا۔ یہ سینٹ پال کی ایجاد ہے۔ دوسرے یہ کہ شریعت کو ساقط کر دیا۔ حضرت مسیح ؑ یہ کہہ کر گئے تھے کہ جو موسیٰؑ کی شریعت ہے وہ تم پر بھی نافذ رہے گی‘ لیکن اُس نے شریعت موسوی کو ساقط کر دیا۔ تیسرے یہ کہ مسیحیت کی تبلیغ کا دائرہ Gentiles یعنی غیر اسرائیلیوں کے اندر وسیع کر دیا‘ ورنہ از روئے قرآن اور از روئے انجیل‘ حضرت مسیح ؑ کے اپنے قول کے مطابق

آنجنابؑ کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پہلے اور آخری رسول ہیں جن کی بعثت پوری نوعِ انسانی کے لیے ہوئی ہے۔ یہ مضمون قرآن مجید میں پانچ مرتبہ مختلف الفاظ میں آیا ہے۔ سب سے واضح انداز میں سورۃ سبا میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (آیت ۲۸) ''(اے محمد ﷺ!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر''۔ سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہوا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''ہم نے آپؐ کو (کسی ایک قوم یا کسی ایک علاقے کے لیے نہیں بلکہ) تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔ نبوت ورسالت ہمیشہ سے رحمت ہے مگر آپؐ پر آ کر یہ رحمت ''رحمۃ للعالمین'' بن گئی ہے۔ یہ تکمیلِ رسالت کا ایک مظہر ہے۔ اور سورۃ الاعراف کی آیت 158 میں خود نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ کہلوایا گیا: ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ ''(اے محمد ﷺ! ڈنکے کی چوٹ) کہہ دو: اے لوگو! (اے بنی نوع آدم!) میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں''۔

تکمیلِ رسالت کا تشنۂ تکمیل مظہر

اب دیکھئے! مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات! ختمِ رسالت کا یہ پہلو اور یہ مظہر تاحال تشنۂ تکمیل ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہوں گے۔ اللہ نے بھیجا حضرت محمد ﷺ کو غلبہ دین کے لیے ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ تاکہ دینِ حق کو غالب کر دیں تمام ادیان پر۔ اور بھیجا پوری نوعِ انسانی کے لیے۔ ان دونوں باتوں کو جوڑیے صغریٰ کبریٰ ملا دیجئے تو بعثتِ محمدی کا مقصد یعنی تکمیلِ رسالت کا آخری مرحلہ وہ ہو گا کہ جب کل نوعِ انسانی پر اللہ کا دین غالب آ جائے۔ علامہ اقبال نے ''جوابِ شکوہ'' میں بڑی پیاری بات کہی ہے:

وقتِ فرصت ہے کہاں' کام ابھی باقی ہے!
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے!!

یہ کام ابھی نہیں ہوا۔ پوری نوعِ انسانی تک تو یہ دین نہیں پہنچا۔ پوری نوعِ انسانیت پر اللہ کے دین کا غلبہ نہیں ہوا۔ لیکن نوٹ کر لیجیے کہ یہ ہو کر رہنا ہے۔ ''نویدِ خلافت'' نامی کتابچے میں وہ احادیث درج ہیں جن میں حضور ﷺ نے یہ خبریں دی ہیں۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے زمانے سے لے کر تا قیامِ قیامت پانچ ادوار گنوا دیے ہیں: (1) دورِ نبوت (2) خلافت علیٰ منہاج النبوۃ' یعنی خلافتِ راشدہ (3) ظالمانہ ملوکیت (4) غلامی والی ملوکیت (5) پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ۔ اس وقت نوعِ انسانی اس پانچویں دور کی دہلیز تک پہنچی ہوئی ہے' گویا یہ دور آیا چاہتا ہے' زیادہ دور نہیں ہے۔ ''نویدِ خلافت'' نامی کتابچہ ہم نے لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کیا ہے۔ موجودہ ماحول میں اسلام اور مسلمانوں کے جو حالات ہیں' ان سے بڑی مایوسی ہوتی ہے اور کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ ؎

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے!

اس ناامیدی کے چکر سے نکلنے اور ''دامانِ خیالِ یار'' کو مضبوطی سے تھامنے کے لیے ان احادیث کو حرزِ جان بنائیں' انہیں پڑھیں' یاد کریں' انہیں لوگوں تک پہنچائیں۔ اپنے طور پر اس کتابچے کو چھاپیں اور تقسیم کریں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا)) (صحیح مسلم)

''اللہ تعالیٰ نے میرے لیے کل زمین کو لپیٹ دیا (یا سکیڑ دیا) تو میں نے اس کے تمام مشرق اور تمام مغرب دیکھ لیے۔ اور سن رکھو! میری اُمت کی حکومت ان تمام علاقوں پر قائم ہو کر رہے گی جو زمین کو سکیڑ کر اور لپیٹ کر مجھے دکھا دی گئی ہے۔''

کوئی شک ہے؟ کیسے ہو سکتا ہے کہ دنیا ختم ہو جائے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر تکمیلِ رسالت کا یہ مظہر پورا نہ ہو کہ کل روئے ارضی پر حضرت محمد ﷺ کا لایا ہوا دین' دین الحق اسی طرح غالب ہو جائے جیسے آپؐ کے دستِ مبارک سے جزیرہ نمائے عرب میں ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ کی شان سے غالب ہوا تھا۔ اس کے لیے آپؐ نے تکلیفیں جھیلیں' مصیبتیں برداشت کیں' قربانیاں دیں' سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ایک ایک صحابیؓ کی جان ہم جیسے لاکھوں کی جانوں سے بڑھ کر قیمتی ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی جان کی قیمت کا ہم کیا اندازہ لگائیں گے! یہ جانیں دی گئیں تب دین غالب ہوا۔ اور اسے پوری دنیا پر غالب ہونا ہے' ورنہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر تکمیلِ رسالت کا تقاضا پورا نہیں ہو گا۔ کیسے ممکن ہے کہ دنیا ختم ہو جائے اور حضور ﷺ پر تکمیلِ رسالت کا یہ تقاضا کہ کل روئے ارضی پر آپؐ کا لایا ہوا دین نافذ ہونا ہے' پورا نہ ہو!

ایک اور حدیث جو حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اس میں حضور ﷺ کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں: ((لَا يَبْقٰى عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ ......)) (مسند احمد) ''اس روئے ارضی پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر باقی رہے گا نہ ہی کمبلوں کا بنا ہوا کوئی خیمہ بچے گا جس میں اللہ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے۔''

یہ ہو کر رہے گا۔ اور اسی وقت واقعتاً حضور ﷺ کی ختمِ نبوت اور ختمِ رسالت بمعنی تکمیلِ نبوت وتکمیلِ رسالت کا تمام و کمال ظہور ہو گا۔ علامہ اقبال نے نبی اکرم ﷺ کی احادیث کے مضامین کو بھی اپنے اشعار میں پیش کیا ہے جیسے کہ اپنے بے شمار اشعار کے اندر قرآن مجید سے استشہاد کیا ہے۔ چنانچہ اس آنے والے دور کے بارے میں کہتے ہیں ؎

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی!
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!!

دیکھئے یہ کام پہلے جب ہوا تھا' محمد رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک سے جزیرہ نمائے عرب میں دین کا غلبہ ہو گیا۔ پھر آپؐ کے بعد اس کی توسیع ہوئی۔ اسلامی افواج مشرق ومغرب میں نکل کھڑی ہوئیں۔ مشرق میں عراق سے ہو کر ایران پہنچیں اور پھر یہ پورا ملک جو اس زمانے کا خراسان تھا' فتح ہوا اور پھر چین تک بات پہنچ گئی۔ مغرب میں اسلامی افواج شام اور جزیرہ نمائے سینا کو فتح کرتے ہوئے مصر اور لیبیا جا پہنچیں اور ہوتے ہوتے بحر اوقیانوس تک بات پہنچ گئی۔ از کجا تا بہ کجا! کہاں سے کہاں تک! وہ تو جیسا کہ میں نے عرض کیا سبائی فتنے نے اندرونی خلفشار پیدا کیا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیا جس سے ان کی قوت ٹوٹ گئی۔ جیسے کسی اونچائی پر ٹرک چڑھ رہا ہو اور کہیں

موشن ٹوٹ جائے تو اس کے بعد مزید چڑھائی چڑھنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ یہ صورت کہ ع

”تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا!“

یکسر تبدیل ہوگئی‘ ہمارا وہ سیل رواں تھم گیا اور reversal شروع ہوگیا۔ اب بھی یہی ہوگا کہ کسی ایک خطے میں اللہ کا وہ نظامِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ایسا ہونا ہے‘ یہ یقینی ہے‘ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہے ہی نہیں۔ کب ہوگا؟ یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ کتنی قربانیاں دے کر ہوگا‘ یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ ابھی کتنے نشیب وفراز آئیں گے‘ ہم نہیں کہہ سکتے۔ میرے مشاہدے میں کچھ اشارات ہیں کہ اب غلبۂ اسلام کا آغاز پاکستان اور اس سے ملحق سرزمین افغانستان سے ہوگا۔ اگرچہ موجودہ حالات بڑے تباہ کن ہیں‘ افسوس ناک ہیں‘ افغانستان میں طالبان کی قائم کردہ اسلامی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے‘ جہادِ کشمیر پر ریورس گیئر لگ چکا ہے۔ اللہ نہ کرے‘ لیکن بش صاحب نے اپنی سیکرٹ ایجنسیوں کو ایسی تیاریاں مکمل کرنے کا حکم دے دیا ہے کہ اگر ذرا سا بھی اندیشہ ہو کہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیتوں تک بنیاد پرستوں کی رسائی ہوسکتی ہے‘ تو اُن پر فوراً قبضہ کر لیا جائے۔ سود کے خاتمے کے بارے میں ہمارے یہاں جو پیش رفت ہوئی تھی‘ اب اس پر بھی ریورس گیئر لگ گیا ہے اور اس ضمن میں ربع صدی کی مساعی پر خطِ تنسیخ پھیر دیا گیا ہے۔ تو حالات بڑے نامساعد اور ناموافق ہیں۔ لیکن ؎

اور بھی دورِ فلک ہیں ابھی آنے والے

ناز اتنا نہ کریں ہم کو ستانے والے!

اور ع جو تھا نہیں ہے‘ جو ہے نہ ہوگا‘ یہی ہے اک حرفِ محرمانہ!

ظاہر بات ہے کہ کوئی بھی حالات ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتے۔ لیکن میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز اسی خطہ ارضی سے غلبہ اسلام کا آغاز ہوگا‘ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے چار پانچ سو سال سے اس کی تمہید کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت میں پاکستان سے کوئی بڑا کام لینا مقصود ہے۔

حالاتِ حاضرہ پر بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا یہ تبصرہ اُس دور (23 جون، 2002ء) سے متعلق ہے، جس دور میں اُنہوں نے یہ تقریر کی اور اُن کی تقریر کو اسی دور میں صفحہ قرطاس پر منتقل کیا گیا۔ (جاری ہے)

پریس ریلیز 9 اکتوبر 2026ء

غزہ میں اسرائیلی درندگی کے 3 سال مکمل ہونے پر ’بورڈ آف پیس‘ کی جانب سے جاری بیان نے ثابت کردیا ہے کہ وہ صہیونیوں کا آلہ کار ادارہ ہے۔

پاکستان اور دیگر مسلم ممالک صہیونی نواز ’بورڈ آف پیس‘ سے فوری طور پر علیحدہ ہوں۔

یمنی حوثیوں اور سعودی عرب کے مابین جاری جنگ نے خطہ کو تباہی کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔

پاکستان مسلم ممالک کی آپس کی خانہ جنگی میں فریق نہ بنے بلکہ مصالحتی کردار ادا کرے۔

شجاع الدین شیخ

غزہ میں اسرائیلی درندگی کے 3 سال مکمل ہونے پر ’بورڈ آف پیس‘ کی جانب سے جاری بیان نے ثابت کردیا ہے کہ وہ صہیونیوں کا آلہ کار ادارہ ہے۔ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک صہیونی نواز ’بورڈ آف پیس‘ سے فوری طور پر علیحدہ ہوں۔ یمنی حوثیوں اور سعودی عرب کے مابین جاری جنگ نے خطہ کو تباہی کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔ پاکستان مسلم ممالک کی آپس کی خانہ جنگی میں فریق نہ بنے بلکہ مصالحتی کردار ادا کرے۔ عالمی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے کہا کہ غزہ کے حوالے سے قائم نام نہاد بورڈ آف پیس کے آفیشل ’X‘ اکاؤنٹ اور بعض بین الاقوامی اخبارات میں 7 اکتوبر 2026ء کو جاری بیان میں جس طرح ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل اور غیر قانونی یہودی آبادکاروں سے اظہار ہمدردی کی گئی ہے جبکہ گزشتہ 3 سالوں سے غزہ میں جاری مسلسل اسرائیلی درندگی سے مکمل طور پر صرفِ نظر کیا گیا ہے۔ پھر یہ کہ اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ بورڈ آف پیس اسرائیل کی حفاظت کرے گا۔ ان سب باتوں نے ثابت کردیا ہے کہ بورڈ آف پیس درحقیقت صہیونی مقاصد کو آگے بڑھانے کا کام کر رہا ہے۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ صہیونی گریٹر اسرائیل کے ناپاک منصوبہ کی تکمیل چاہتے ہیں اور نیتن یاہو اسے اپنا ’تاریخی اور روحانی‘ مشن قرار دیتا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے پُرزور اپیل کی کہ پاکستان سمیت تمام مسلم ممالک فوری طور پر بورڈ آف پیس سے علیحدہ ہوں تاکہ تاریخ میں اُن کا نام غزہ کے مسلمانوں کی نسل کشی کے سہولت کاروں میں نہ لکھا جائے۔ ایران کے حمایت یافتہ حوثیوں اور سعودی عرب کے مابین جاری خونی جھڑپوں پر تبصرہ کرتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ مسلمانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے اور آپس کے تفرقہ میں نہ پڑنے کے قرآنی حکم کو بھول گئے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ خطے کے تمام مسلم ممالک ہوش کے ناخن لیں اور دشمن کی چالوں کو سمجھیں۔ آپس کی جنگ وجدال سے فائدہ صرف اسرائیل اور اُس کے اتحادیوں کو ہو رہا ہے۔ اُنہوں نے حکومتِ پاکستان سے اپیل کی کہ وہ خطے میں جاری جنگوں کا فریق بننے کی بجائے مسلم ممالک کے مابین مصالحت کروانے کی کوشش کرے۔ پاکستان یہ نہ بھولے کہ وہ اسرائیل کی آنکھوں میں بُری طرح کھٹکتا ہے اور اسرائیل وامریکہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کو مسلم ممالک کی آپس کی جنگوں کی نذر کرکے کمزور کیا جائے۔ آخر میں امیر تنظیم اسلامی نے مسلم ممالک کے اتحاد ویکجہتی کے لیے دعا کی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

اجازت نہیں دی جائے گی!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ایک عوامی تحریک جس نے مشرق وسطیٰ میں عرب ممالک کو ہلا ڈالا تھا، 'عرب بہار' کے عنوان سے تھی۔ خلافتِ عثمانیہ ٹوٹنے کے بعد، اور پھر دوسری جنگ عظیم کے بعد مسلم ممالک پر جو استعماریت ایک نئی صورت اختیار کر چکی تھی، اس نے مسلمانوں سے ان کا تشخص، آزادیٔ اظہار چھین لیا تھا۔ مغربی استعماری طاقتوں کے گماشتے، بادشاہتیں یا نسل در نسل چلنے والی آمرانہ حکومتیں مسلط تھیں۔ شام میں جس طرح 50 سال اقلیتی غیر نمائندہ (9 فی صد علوائیت) حافظ الاسد اور پھر بیٹے بشار الاسد کی حکومت چلی، اسے جب 2011ء میں عرب ممالک میں اٹھنے والی آزادی کی تحریک نے اپنی لپیٹ میں لیا (81 فی صد سنی آبادی) تو آہنی ہاتھ سے اسے کچلا گیا۔ 2024ء کی مزاحمتی تحریک تک شام کھنڈر کیا جا چکا تھا بمباریوں، جبری بے دخلیوں، اغوا کاریوں، اجتماعی قبرستانوں سے۔ تمام انسانی حقوق کے اداروں اور بھاری بھرکم جمہوری مغربی ممالک کے عوامی حقوق کے پشت پناہوں کے علی الرغم۔

عین یہی کچھ مصر میں رہا۔ بلڈوزروں اور گن شپ ہیلی کاپٹروں سے 'بہار' کو اہل ایمان نوجوانوں کے خون سے رنگا گیا۔ اخوان اور دیگر مظاہرین سے جیلیں بھریں۔ ایک سال جمہوریت کا ثمر صدر مرسی کی صورت مصر نے پایا۔ اسی دوران غزہ سے تعلقات کی بحالی اور مشفقانہ اخوت بھری پالیسیوں نے امریکہ اور اسرائیل کی نیندیں اڑا دی تھیں۔ پھر چل سو چل! پوری قوت سے جمہوریت پر تیشہ چلا کر السیسی کی فوجی حکومت نے ملک سنبھالا۔ صدر مرسی مصری روایت کے مطابق نذرِ زنداں ہوئے (2013-2019ء) جیل میں سختیاں، مشقتیں، ادویہ سے مکمل محرومی، کم خوراکی رہی۔ کورٹ روم میں مقدمے کی سماعت کے دوران دل کے دورے سے انتقال کر گئے۔

یہ کہانی مسلم ممالک کا مقدر ٹھہری، انہیں خلافت یا سیاسی اسلام سے محفوظ رکھنا، لازم ہے! یا یوں کہیے کہ عوامی بیداری اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام کے چنگل سے نکل کر آزادانہ سانس لینے کی اجازت دینے سے تو وہ دہشت زدگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا حکمران ایسے ہوں جو اپنے آقاؤں کے ساتھ انجمن ستائش باہمی سجائے رہیں!

'عرب بہار' کی یادیں تازہ ہوئی کہ پے در پے سری لنکا، بنگلہ دیش، نیپال، اور اب بھارت میں مودی پر لرزہ طاری کرتی 'کاکروچ جنتا پارٹی' (CJP) کا نوجوان اودھم مچائے کھڑے ہیں۔ اب اسے 'عرب بہار' کے وزن پر 'ایشیائی بہار' کہا جا رہا ہے۔ بظاہر مزاحاً ہی بھارتی جج کے نوجوانوں کو 'کاکروچ' کا طعنہ دینا بلا بن کر بھارت پر ٹوٹ پڑا۔ پہلے تو نوجوان طلبہ کے تعلیمی مستقبل کے تناظر میں احتجاجی تحریک اٹھی اور اتنی بڑھی پھیلی کہ مودی جیسے موذی کو وزیر تعلیم سے (نوجوانوں کے مطالبے پر) استعفیٰ لینا پڑا۔ ایک مہینہ CJP کی دہلی میں اور پھر شہر شہر پھیلتی تحریک نے بی جے پی کے قدموں تلے سے زمین کھینچ لی!

اب نیا مسئلہ انتخابات کے ضمن میں اٹھ گیا۔ الیکشن چیف نے لاکھوں نام ووٹر لسٹوں سے نکال ڈالے۔ (بڑی تعداد مسلمانوں کی ہے) اب دوبارہ CJP کے نوجوان الیکشن چیف کے استعفیٰ کا مطالبہ لے کر شہروں شہروں نکل پڑے ہیں۔ بالخصوص ممبئی جو بھارت کا معاشی مرکز ہے۔ مودی کو دہلانے کو یہی کافی تھا۔ دہلی میں بھی مظاہرے ہو رہے ہیں۔ گویا CJP بتدریج ہر محاذ پر متحرک ہونے چلی ہے۔ نوجوان قیادت، بشرطیکہ وہ واقعی جوان ہو (ماضی میں جوان نہ رہی ہو)، باصلاحیت، مقصدیت، امانت و دیانت، صدق و صفا سے لیس ہو تو قوم کے لیے اللہ کا انعام ہوا کرتی ہے۔ فرسودہ کرپشن زدہ، بدعنوان، لوٹ کھسوٹ کی موروثی یا جبری حکمرانی کا حقیقی نعم البدل ثابت ہو سکے۔ ورنہ صرف چہرے بدلیں، نظام وہی فرسودگی، انتشار ہر سطح پر، کھوکھلے سیکولر فریب کار نعرے لیے آ پہنچے تو عوام کے لیے اس کی حیثیت: 'ما را چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت!' (ہمیں اس قصے سے کیا لینا دینا، کہ گائے آئی اور گدھا چلا گیا؟)

عوام کے مسائل بڑھتے پھیلتے حقیقی ہیں۔ زندگی کا ہر دائرہ بے ضمیری، بدعنوانی، بے رحمی کی جونکوں کی نذر ہے۔ حکومتیں پچھلی اور حالیہ بھی برابر کی حصہ دار ہیں۔ آٹا، چاول، دالیں، سبزی، دودھ، رہائش، آمد و رفت بھی عام آدمی تو کیا مڈل کلاس کی دسترس سے بھی نکلتی جا رہی ہیں۔ بجلی کاٹ کھانے کو لپکتی ہے۔ سردی شروع ہونے سے پہلے گیس سسکیاں بھرنے لگی ہے۔ البتہ بل......؟ اتنا بھاری مگر:

یہ شریعت کا نہیں گیس کا بل ہے بیگم
بلبلانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

اور رہا اب پاکستان میں سکہ رائج الوقت، تو حکم یہ بن چکا کہ خواہ آزاد کشمیر تڑپے، کے پی میں زندگی اجیرن ہو یا پاکستان، مسائلستان بن جائے، ہمہ وقت کنٹینرستان بنا رہے مگر!

پھر تو تم سر پہ اٹھا لو گے زمانے بھر کو
سر اٹھانے کی اجازت نہیں دی جائے
آپ کے باپ کی جاگیر نہیں فکرِ وطن
سر کھپانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

یہ اشعار اپنی کتاب میں عنایت علی خان مرحوم یوں لکھ کر اگلے جہان بحکم ربی چلے گئے کہ اس صفحے پر ایک کرخت وردی پوش تھانیدار تنبیہی انگلی اٹھائے کھڑا ہے! اور کیا کیجیے کہ ہم دم بخود قید و بند، حسب سابق گولیوں کی دھمکیاں سن پڑھ چکے ہیں۔ اللہ پاکستان پر رحم کرے۔ (آمین) یہ ملک حکمرانوں کے پاس 22 کروڑ کی امانت ہے جس کی جواب دہی موت کی پہلی ہچکی کے ساتھ ہر ذمہ دار فرد سے شروع ہو جانا لازم ہے۔ جس نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تک کو ہر لحہ لرزائے رکھا۔ قبرستان بڑے بڑے ناموروں سے بھرے پڑے ہیں۔ سیاسی لیڈر، حکمران، افواج، عدلیہ، نوکر شاہی سب جانتے ہیں۔ نظریں نہ چرائیں۔ سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ...... رہے نام اللہ کا۔

عالمی سیاست الگ چٹکلے چھوڑ رہی ہے۔ بیٹھے بٹھائے یک مشت 174 اسرائیلی یہودی مسافروں سے بھرا اماراتی طیارے 'فلائی دوبئی' کی کہانی چل پڑی۔ تل ابیب جاتے ہوئے اچانک ڈگمگا کر دھڑام 17 ہزار فٹ نیچے کو یوں گیا کہ گرا چاہتا ہے۔ پھر سنبھلا۔ پیش کردہ کہانی کا لب لباب یہ تھا کہ پائلٹ ہندو اور ساتھی پائلٹ عمان کا تھا۔ عمانی، پائلٹ پر حملہ آور ہوا کاک پٹ میں رکھے (بوقتِ ضرورت والے) کلہاڑے سے اسے زخمی کر دیا۔

پائلٹ نے لپک کر دروازہ کھول دیا۔ جہاز میں بیٹھے آف ڈیوٹی پائلٹ لپک جھپک اندر آئے طیارہ سنبھالا۔ ایک یہودی 'پلمبر' نے اپنی مہارت استعمال کر کے عمانی کو قابو کیا اور پائلٹ کو بچایا۔ جہاز محفوظ سعودی عرب اتار لیا گیا۔ پوری دنیا میں سنسنی پھیل گئی۔ آخر عمانی پائلٹ کیا کرنا چاہتا تھا اور کیوں کر؟ تحقیقات جاری ہیں۔ انتظار فرمائیے!

نیتن یاہو کو مشکل انتخابات کا سامنا ہے۔ یاہو نے اس ہوتے ہوتے رہ گئے حادثے کو 'نائن الیون' جیسا قرار دیا۔ شک کرنے والوں نے اسے انتخابات کے لیے نیتن یاہو کا ڈراما بھی قرار دیا۔ عمان پائلٹ اتنی حساس فضائی پرواز پر کیونکر تعینات تھا جبکہ اسرائیل ایسے کسی ملک کا پائلٹ قبول نہیں کرتا جس کے باضابطہ اسرائیل سے تعلقات نہ ہوں۔ (جو عمان کے نہیں ہیں۔) اور یہ عمانی پائلٹ تو عمان میں بھی اپنے جہادی خیالات کی بنا پر نوکری سے نکالا جا چکا تھا۔ اب سنا ہے کہ عمانی کو شاید 'اتنی قیمتی' (نسل کشی کی ماہر) جانیں لینے کے ارادے پر سزائے موت دے دی جائے۔ 'رموزِ مصلحتِ ملک خسرواں دانند' (یعنی حکومت و ریاست کے پیچیدہ راز، معاملات (عام لوگ نہیں) حکمران ہی بہتر طور پر جان، سمجھ سکتے ہیں۔ عالمی سیاست چونکہ اب دجال کے قرب میں جا پہنچی ہے تو حکومتیں، میڈیا مشق کر رہی ہیں جھوٹ، فریب، دجل کی۔ عوام دال روٹی کے مارے اتنا کچھ کیسے سمجھیں! (حافظ شیرازی کا اگلا (فارسی) مصرعہ ہے: 'گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش' (ترجمہ) اے حافظ! تو ایک گوشہ نشین فقیر ہے، بے وجہ شور نہ مچا۔

7 اکتوبر 2023ء سے اب تک پلوں کے نیچے سے بے پناہ مظلوم فلسطینیوں کا خون بہہ چکا۔ اس غم نے ہر ضمیر کا امتحان لیا۔ (صرف مسلمان سوئے کھوئے رہے!) یو این کے ادارے ورلڈ فوڈ پروگرام کے ڈائریکٹر بینجمن ڈیوس کو 26 سالہ نوکری سے اس جرم پر ادارے کے سربراہ نے نکال دیا کہ وہ غزہ میں بھوک اور فاقہ کشی کے خلاف ہر ہفتے سٹاف کے خاموش احتجاج کا اہتمام کرتے تھے۔ 62 سالہ چینی امریکن ماہر معاشیات نے مئی کی رپورٹ میں انسانی حقوق کا بین الاقوامی قانون اور غزہ میں شدید قلت خوراک کا حوالہ بھی دیا تھا۔ انتظامیہ نے اسے یہ حوالہ نکالنے کو کہا اور یہ بھی کہ FAO میں 'انسانی حقوق' کا کھیل کھیلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی! (نسل کشی کا کھیل کھیلنے کی دجالیوں کو کھلی چھٹی ہے!)

تنظیم اسلامی کا پیغام | خلافتِ راشدہ کا نظام

بانیٔ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

ان شاء اللہ

امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

تنظیم اسلامی پاکستان کے زیرِ اہتمام
سالانہ اجتماع 2026ء کے قائم مقام زونل اجتماعات

یہ اجتماعات تمام زونز میں بروز ہفتہ 07 نومبر نمازِ عصر تا 09 نومبر نمازِ ظہر بروز اتوار دن تک منعقد ہوں گے۔ تمام رفقاء تنظیم اسلامی اپنے اپنے زون کے اجتماع میں شرکت کر کے اپنی تنظیمی فکر کو تازہ کریں۔

برائے زون شرقی پاکستان — حلقہ جات لاہور شرقی، لاہور غربی، گوجرانوالہ، سرگودھا

بمقام: دار الاسلام مرکز تنظیم اسلامی 23.KM ملتان روڈ چوہنگ، لاہور

برائے رابطہ: 78-(042)35473375

برائے زون جنوبی پاکستان 1 حلقہ جات کراچی جنوبی، کراچی شرقی، حیدر آباد

برائے زون جنوبی پاکستان 2 حلقہ جات کراچی شمالی، کراچی وسطی، بلوچستان

بمقام: رائل فارمز اینڈ کنٹری ریسورٹ، کیٹی بندر روڈ گھارو، کراچی

برائے رابطہ: 0321-8110205

برائے زون شمالی پاکستان — حلقہ جات اسلام آباد، پنجاب شمالی، آزاد کشمیر، پوٹھوہار

برائے زون خیبر پختونخوا — حلقہ جات ملاکنڈ، خیبر پختونخوا جنوبی

بمقام: مسجد جامع القرآن کمپلیکس، چیونٹ نزد نیلور، اسلام آباد

برائے رابطہ: 051-2751014 / 051-4866055

برائے زون وسطی پاکستان — حلقہ جات فیصل آباد، ساہیوال، بہاولنگر، پنجاب جنوبی

بمقام: قرآن اکیڈمی BZU کیمپس، حامد نگر بوسن روڈ نزد ریج ولاز، ملتان

برائے رابطہ: 061-6520451/03226187858

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی، فون: 78-(042)35473375

ایک دفعہ اسلام کا تجربہ بھی کر کے دیکھیے!

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

گزشتہ تقریباً 79 سال سے پاکستان نے مختلف سیاسی و انتظامی ماڈل آزمائے، مگر اسلامی نظام کو ایک مکمل، آئینی، ادارہ جاتی اور قابلِ احتساب نظام کے طور پر عملاً جانچنے کا سوال اب بھی زیرِ بحث ہے۔ پاکستان کے موجودہ آئینی ڈھانچے میں بھی اسلام ریاستی مذہب ہے اور قراردادِ مقاصد آئین کا Substantive حصہ ہے؛ اسی لیے بحث محض نظری نہیں بلکہ آئینی بھی ہے۔ ذیل میں اسی بنیاد پر اربابِ حل و عقد کے سامنے ایک جائزہ بعنوان "ایک دفعہ اسلام کا تجربہ بھی کر کے دیکھیے" پیش کیا جاتا ہے:

علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ پاکستان کو اسلام کی "تجربہ گاہ" بنانا چاہتے تھے۔ مگر قیامِ پاکستان کے بعد سیاست دانوں، سول و ملٹری بیوروکریسی نے پاکستان کو اپنی اپنی سوچ کے مطابق بنانے کی کوششیں کیں۔ سیاست دان اسلام کے سیاسی نظام سے نابلد تھے اور افسر شاہی چاہے سول ہو یا ملٹری وہ بھی انگریز کے زیرِ سایہ تربیت پائی ہوئی تھی۔ لہٰذا اس کا تعلق بھی اسلام کے ساتھ زبانی کلامی ہی تھا۔ ادھر دینی طبقے کا معاملہ بھی اسلام کے حوالے سے مخدوش تھا۔ ان کی اکثریت نے عقائد، عبادات اور رسوم کو ہی کل اسلام سمجھ لیا تھا۔ ان کے نزدیک معاشرت، معیشت و سیاست و ریاست و حکومت دنیوی امور قرار پائے، جن کے ساتھ مذہب کا تعلق ضروری نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں اگر انگریز کی غلامی میں نماز، روزے کی اجازت تھی تو وہ سمجھتے تھے کہ ہم آزاد ہیں۔ حالانکہ یہ آزادی کا بہت ہی سطحی تصور ہے۔ پاکستان کے تمام طبقات سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ سب مل کر ایک تجربہ اسلامی نظام کا کر کے دیکھیں۔ ان شاء اللہ اسلامی نظام کا تجربہ پاکستان کو ایک مثالی ریاست بنانے میں ویسا کردار ادا کرے گا جیسا نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے ادوار میں اسلامی نظام پر عمل کے نتیجے میں دنیا کے سامنے آ چکا ہے۔

پاکستان ایک عجیب تجربہ گاہ ہے۔ قیام سے آج تک اس ملک میں سیاسی نظاموں کے اتنے تجربے ہوئے ہیں کہ شاید ہی کسی ایک ریاست میں اتنے مختلف نسخے آزمائے گئے ہوں۔ کبھی پارلیمانی نظام، کبھی (نام نہاد) صدارتی نظام، کبھی بنیادی جمہوریتیں، کبھی مارشل لا، کبھی مقامی حکومتوں کے نئے نئے ماڈل، کبھی مرکزیت اور کبھی صوبائی خود اختیاری کے تجربات؛ کبھی مذہب کے نام پر سیاست اور کبھی لبرل ازم کے عنوان سے نئی سیاسی ترتیب۔ مگر ایک سوال آج بھی اپنی جگہ کھڑا ہے کہ "کیا ہم نے کبھی اسلام کو ایک مکمل نظامِ زندگی اور نظامِ حکومت کے طور پر دیانت داری کے ساتھ آزمایا ہے؟"

یہ سوال کسی جماعت، کسی فرد یا کسی مخصوص مذہبی گروہ کے حق یا مخالفت میں نہیں۔ یہ پاکستان کے تقریباً آٹھ دہائیوں پر محیط سیاسی تجربے کا ایک بنیادی سوال ہے۔ سائنسی تجربہ گاہ میں اگر ایک دوا ناکام ہو جائے تو سائنس دان یہ نہیں کہتے کہ چونکہ ایک مخصوص تجربہ ناکام ہو گیا، اس لیے سائنس ہی غلط ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ تجربہ کن شرائط میں کیا گیا، کیا طریقہ کار درست تھا، کیا مطلوبہ اصولوں پر مکمل عمل ہوا، کہاں خرابی پیدا ہوئی اور کیا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان کے سیاسی سفر کو بھی اسی زاویے سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

کیا اسلام صرف نعرہ تھا؟ نہیں ایسا نہیں تھا۔ اس لیے کہ پاکستان کی آئینی تاریخ میں اسلام کو محض ایک نجی عقیدہ قرار نہیں دیا گیا۔ 1949ء کی قراردادِ مقاصد میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف جیسے اصولوں کا ذکر کیا گیا، اور بعد ازاں قراردادِ مقاصد کو آئین کے آرٹیکل 2A کے ذریعے آئینی حیثیت حاصل ہوئی۔ موجودہ آئین پاکستان کو "اسلامی جمہوریہ پاکستان" قرار دیتا ہے اور اسلام کو ریاستی مذہب تسلیم کرتا ہے۔ تو پھر اصل سوال یہ نہیں کہ پاکستان کا اسلام سے کوئی آئینی تعلق ہے یا نہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ "کیا پاکستان نے کبھی ان اصولوں کو ایک مربوط، موثر، شفاف اور قابلِ احتساب حکمرانی کے نظام میں تبدیل کرنے کی سنجیدہ کوشش کی؟ یہاں سے اصل بحث شروع ہوتی ہے۔

قرآن و سنت کے مطابق اسلام صرف نماز روزے کا نام نہیں ہے (یہ ارکانِ اسلام ہیں اور ان کی اپنی بنیادی اہمیت ہے)۔ برصغیر میں ایک طویل عرصے تک دین کو زیادہ تر شخصی عبادات، مذہبی رسومات اور چند اخلاقی تعلیمات تک محدود سمجھنے کا رجحان رہا۔ نماز پڑھ لیجیے، روزہ رکھ لیجیے، حج کر لیجیے، زکوٰۃ ادا کر دیجیے اور سمجھ لیجیے کہ دینی ذمہ داری پوری ہو گئی۔ لیکن قرآن مجید و سنتِ رسول ﷺ کا پیغام فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اجتماعی عدل، امانت، شوریٰ، حقوق العباد، معاشی انصاف، قانون کی بالادستی، کمزوروں کے تحفظ اور حکمرانوں کی جواب دہی کو بھی موضوع بناتا ہے۔ اسی لیے اقبال نے غلامی کی اس ذہنیت پر ضرب لگائی تھی:

ملا کو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

اقبال کے اس شعر کو محض مذہبی آزادی کے مسئلے تک محدود کرنا درست نہیں ہوگا۔ اس میں اس تصور پر تنقید بھی موجود ہے کہ اگر کسی مسلمان کو چند شخصی عبادات کی اجازت مل جائے تو اسے حقیقی آزادی سمجھ لیا جائے، جبکہ اجتماعی زندگی پر کسی اور نظام کی حاکمیت برقرار رہے۔

نبی اکرم ﷺ کی ریاست ایک تاریخی تجربہ تھا جس نے امت کے لیے اجتماعی زندگی کا بہترین نمونہ چھوڑا تھا۔ اگر "اسلامی نظام" کی بات کی جائے تو اس کا پہلا عملی نمونہ کسی نظریاتی کتاب میں نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں سامنے آتا ہے۔ مدینہ میں ایک ایسی اجتماعی ریاست وجود میں آئی جس میں عبادت اور اخلاق کے ساتھ قانون، معیشت، معاشرت، عدل، دفاع، معاہدات اور بین الجماعتی تعلقات بھی نظم کا حصہ تھے۔ میثاقِ مدینہ کے ذریعے مختلف مذہبی و قبائلی گروہوں کے باہمی حقوق و ذمہ داریاں متعین ہو گئیں۔ اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلامی سیاسی فکر کو محض مسلمانوں کے باہمی مذہبی

معاملات تک محدود کر کے نہیں سمجھا جا سکتا۔ پھر خلفائے راشدینؓ کا دور سامنے آتا ہے۔ یہاں حکمران کو مقدس یا ناقابلِ سوال شخصیت نہیں بنایا گیا۔ خلیفہ سے سوال ہوا، احتساب ہوا، اختلاف ہوا، مشاورت ہوئی، بیت المال کو امانت سمجھا گیا اور رعایا کے حقوق کو حکمران کی ذمہ داری قرار دیا گیا۔ یہی وہ تاریخی نمونہ ہے جسے اسلامی سیاسی فکر میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے۔

یہاں ایک اہم بات تسلیم کرنا ہوگی۔ ساتویں صدی کی ریاست کو اکیسویں صدی کی پیچیدہ قومی ریاست پر بعینہٖ منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ آج قومی ریاستیں ہیں، تحریری آئین ہیں، پارلیمان ہیں، سیاسی جماعتیں ہیں، عدلیہ ہے، جدید معیشت ہے، عالمی قانون ہے، جدید عسکری ادارے ہیں، بین الاقوامی معاہدات ہیں اور شہریوں کے حقوق کے بارے میں وسیع قانونی تصورات موجود ہیں۔ لہٰذا اگر اسلامی نظام کو آج کے زمانے میں زیر بحث لایا جائے تو سوال یہ نہیں ہونا چاہیے کہ کیا ہم ساتویں صدی کا سیاسی ڈھانچہ واپس لا سکتے ہیں؟ بلکہ سوال یہ ہونا چاہیے کہ ''قرآن وسنت کے قطعی اصولوں کو اکیسویں صدی کی ریاست میں کس آئینی، جمہوری، ادارہ جاتی اور قابلِ عمل صورت میں نافذ کیا جا سکتا ہے؟'' یہی اصل علمی اور سیاسی چیلنج ہے۔

اسلامی نظام کا مطلب کیا ہوگا؟

اگر پاکستان میں اس تصور کو عملی طور پر زیرِ تجربہ لانا ہو تو سب سے پہلے ''اسلامی نظام'' کی واضح تعریف ضروری ہوگی۔ کیا اس سے مراد صرف چند حدود کا نفاذ ہے؟ کیا اس کا مطلب صرف سود کے خاتمے کا اعلان ہے؟ کیا اس کا مطلب صرف نصاب میں دینی تعلیم کا اضافہ ہے؟ کیا اس کا مطلب صرف مذہبی شعائر کی پابندی ہے؟ (اگرچہ یہ سب بھی ضروری ہیں۔) یا پھر اسلامی نظام ایک ایسا جامع تصور ہے جس میں عدل حکمرانی کی بنیاد ہو، امانت اقتدار کی روح ہو، شوریٰ فیصلہ سازی کا اصول ہو، قانون سب کے لیے یکساں ہو، کمزور ریاست کی خصوصی ذمہ داری ہو، معیشت استحصال سے پاک کرنے کی سمت میں ہو، حکمران جواب دہ ہوں، اقلیتوں کے حقوق محفوظ ہوں، اور شہری کی عزت و جان و مال ریاست کی ذمہ داری ہو؟ اگر اسلامی نظام کا مفہوم یہ جامع تصور ہے تو پھر اس پر سنجیدہ علمی بحث کی گنجائش ضرور ہونی چاہیے۔

تجربہ افراد کا نہیں، اصولوں کا ہونا چاہیے:

پاکستان کے ماضی کے تجربات کا ایک بڑا مسئلہ یہ بھی رہا ہے کہ ہم اکثر نظاموں کو اداروں اور اصولوں کے بجائے شخصیات کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں۔ ایک شخص آیا تو اس کے نام سے نظام مشہور ہو گیا۔ دوسرا آیا تو پہلا نظام ختم ہو گیا۔ پھر تیسرا آیا تو نئی اصطلاح سامنے آ گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ریاست کے مستقل ادارے مضبوط ہونے کے بجائے سیاسی کشمکش کا میدان بنتے رہے۔ اسلامی نظام کا کوئی سنجیدہ تجربہ بھی اگر کبھی زیرِ غور آئے تو اسے کسی ایک فرد، جماعت، پیر، مولوی، فوجی یا سیاسی رہنما کے ساتھ وابستہ کرنے کے بجائے اصول، آئین، اداروں، قانون اور عوامی رضامندی کے ذریعے سمجھنا ہوگا۔ ورنہ ''اسلامی نظام'' بھی ایک اور شخصی تجربہ بن جائے گا۔

سب سے بڑا امتحان: عدل:

اسلامی نظام کی کامیابی کا اصل پیمانہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ کتنی مذہبی اصطلاحات سرکاری دستاویزات میں شامل ہوئیں۔ اصل سوال یہ ہونا چاہیے کہ ''کیا غریب کو بھی وہی انصاف ملتا ہے جو طاقتور کو ملتا ہے؟'' ''کیا حکمران بھی قانون کے سامنے جواب دہ ہے؟ کیا سرکاری منصب ذاتی مفاد کا ذریعہ نہیں رہتا؟ کیا رشوت، سفارش، بدعنوانی اور اقربا پروری کے خلاف ریاست واقعی مؤثر ہوتی ہے؟ کیا یتیم، بیوہ، مزدور، کسان، طالب علم اور عام شہری خود کو ریاست میں محفوظ محسوس کرتے ہیں؟ اگر ان سوالات کا جواب ''ہاں'' میں ملنے لگے تو شاید ہم اسلامی حکمرانی کی روح کو سمجھنے کے قریب پہنچیں گے۔ اور اگر صرف نام تبدیل ہوں، قوانین کی کتابیں تبدیل ہوں، مگر ظلم، کرپشن، ناانصافی اور طبقاتی امتیاز اپنی جگہ موجود رہیں تو محض ''اسلامی'' کا سابقہ لگا دینے سے نظام اسلامی نہیں ہو جائے گا۔

تمام طبقات سے ایک سوال:

اس لیے پاکستان کے سیاست دانوں، اہلِ دانش، علماء، وکلاء، معیشت دانوں، سول و ملٹری ماہرین، صحافیوں، نوجوانوں اور عام شہریوں کے سامنے ایک سنجیدہ سوال رکھا جا سکتا ہے کہ ''کیا ہم اسلامی نظام کے تصور کو نعروں اور خوف دونوں سے آزاد کر کے علمی اور آئینی سطح پر جانچنے کے لیے تیار ہیں؟ اس سوال کا جواب جذبات سے نہیں، تحقیق سے دینا ہوگا۔ علماء کو بتانا ہوگا کہ اسلام کا سیاسی و معاشی نظام جدید ریاست کے اداروں کے ساتھ کیسے مربوط ہوگا۔ ماہرین قانون کو بتانا ہوگا کہ اسلامی اصولوں اور بنیادی حقوق کے درمیان آئینی تعلق کیسے قائم ہوگا۔ معیشت دانوں کو بتانا ہوگا کہ اسلامی معاشی اصول جدید مالیاتی نظام میں کس عملی صورت میں نافذ ہو سکتے ہیں۔ سیاست دانوں کو بتانا ہوگا کہ شوریٰ، عوامی نمائندگی، سیاسی جماعتوں اور اسلامی اصولوں کے درمیان عملی ربط کیا ہوگا۔ اور ریاستی اداروں کو بھی یہ سوچنا ہوگا کہ ان کا اصل کام کسی ایک سیاسی تصور کی حفاظت نہیں بلکہ آئین، قانون اور ریاستی استحکام کی حفاظت ہے۔

ایک کھلا، شفاف اور قابلِ احتساب تجربہ:

اگر ''اسلامی نظام'' پر باقاعدہ قومی تجربے کی بحث شروع ہوتی ہے تو وہ کسی خفیہ منصوبے، غیر آئینی اقدام یا طاقت کے ذریعے نہیں ہونی چاہیے۔ اس کی بنیاد ہونی چاہیے یعنی واضح آئینی اصول، عوامی نمائندگی، قانون کی بالادستی، آزاد عدلیہ، شفاف انتخابات، اقلیتوں کے حقوق، آزادیٔ اظہار کی قانونی حدود، آزاد علمی تحقیق، معاشی قابلِ عمل منصوبہ، اور حکمرانوں کا مسلسل احتساب۔ یعنی اسلام کے نام پر بھی وہی چیز قابلِ قبول ہونی چاہیے جو عدل، امانت اور انسانی حقوق کے بنیادی اصولوں کے ساتھ قابلِ وضاحت اور قابلِ احتساب ہو۔ یہی فرق ایک سنجیدہ ''نظام'' اور محض ایک ''نعرے'' کے درمیان ہے۔

شاید اصل تجربہ ابھی باقی ہے:

پاکستان نے بہت کچھ آزمایا ہے۔ افراد آزمائے گئے۔ جماعتیں آزمائی گئیں۔ نظام بدلے گئے۔ آئین بدلے گئے۔ اختیارات کے مراکز تبدیل ہوئے۔ صدارتی اور پارلیمانی تصورات زیرِ عمل آئے۔ مرکزیت بھی دیکھی اور اختیارات کی تقسیم بھی۔ لیکن اگر اسلامی نظام سے مراد قرآن وسنت کے بنیادی اصولوں پر مبنی عدل، امانت، شوریٰ، قانون کی بالادستی، معاشی انصاف اور انسانی حرمت کا ایک جدید، آئینی اور قابلِ احتساب ریاستی تصور ہے تو اس سوال پر ایک مکمل اور منظم قومی سطح کی علمی آزمائش کا تصور آج بھی بحث طلب ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں پاکستان کو اپنے مستقبل کی بحث نئے سرے سے شروع کرنی چاہیے۔ نہ اندھی تقلید۔ نہ اندھی مخالفت۔ نہ مذہب کے نام پر جذباتی نعرے۔

نہ سیکولر یا مغربی ماڈل کی محض نقل۔ بلکہ سوال، تحقیق، اجتہاد، آئینی تدبر اور عملی نتائج۔

آخر ایک تجربہ اور بھی تو کیا جاسکتا ہے اور وہ تجربہ جس میں اقتدار کا مقصد اقتدار نہ ہو بلکہ امانت ہو۔ جہاں قانون کمزور اور طاقتور کے لیے الگ الگ نہ ہو۔ جہاں ریاست کا پہلا سوال یہ ہو کہ شہری کتنا محفوظ ہے۔ جہاں معیشت کا مقصد صرف دولت پیدا کرنا نہیں بلکہ معاشرے میں عدل اور مواقع پیدا کرنا ہو۔ جہاں حکمران عوام کے مالک نہیں، ان کے خادم اور جواب دہ ہوں۔ اور جہاں دین صرف مسجد کی چار دیواری میں نہیں بلکہ انسان کے کردار، بازار کی دیانت، عدالت کے انصاف، حکمران کی امانت اور ریاست کی ذمہ داری میں بھی نظر آئے۔ یہی وہ تصور ہے جس کا عملی نمونہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے ادوار میں تاریخ کے سامنے آیا۔

تو پھر سوال یہ نہیں کہ پاکستان نے کتنے تجربے کیے ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان نے کبھی اسلام کے اصول عدل و امانت و شوریٰ کو جدید ریاست کے تقاضوں کے ساتھ جوڑ کر، مکمل دیانت داری، آئینی طریقے اور قابل پیمائش نتائج کے ساتھ آزمایا ہے؟ شاید پاکستان کی سیاسی بحث کا اگلا باب اسی سوال سے شروع ہونا چاہیے۔ اور شاید ہمیں پہلی بار یہ طے کرنا چاہیے کہ تجربہ کسی شخص کا نہیں اصول کا ہونا چاہیے؛ اقتدار کا نہیں عدل کا ہونا چاہیے؛ اور نعرے کا نہیں عمل کا ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

❀❀❀

گوشہ انسدادِ سود

پاکستان میں انسدادِ سود کی کوششوں کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات

(گزشتہ سے پیوستہ)

ضمیمہ (III)

ایں خیال است و محال است و جنوں!

اور اللہ کی رحمت سے کیفیت وہی ہوگئی جو سورۃ النور کی آیت 55 میں بیان ہوئی ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ﴾

"اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ انہیں ضرور زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو خلافت عطا کی تھی اور ان کے لیے جس دین کو پسند کیا ہے اس کو ضرور اقتدار بخشے گا اور ان کو جو خوف لاحق رہا ہے اس کے بدلے ان کو ضرور امن عطا کرے گا۔" (جاری ہے)

بحوالہ: "انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال" از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1630 دن گزر چکے!

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

"قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد" (حلقہ فیصل آباد) میں

17 تا 23 اکتوبر 2026ء (بروز ہفتہ بعد نماز عصر تا بروز جمعۃ المبارک 12 بجے)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ تنظیم اسلامی کی دعوت سہ ورقہ (عملی مشق)

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

23 تا 25 اکتوبر 2026ء (بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

ذمہ داران ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ منہج انقلاب نبوی ﷺ، تصادم کا مرحلہ اول، صبر محض، عدم تشدد اور اعادہ سابقہ مذاکرہ۔

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 041-8732325 / 0300-7914988

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-(042)35473375

ضرورت رشتہ

☆ لڑکی، عمر 31 سال، تعلیم بی اے، طلاق یافتہ کے لیے نیک، شریف اور برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0343-4401334

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

دجال کی عالمی حکومت اور نیو ورلڈ آرڈر کی حقیقت

قسط:12

رفیق چودھری

دین میں تبدیلی اور یونانی فلسفہ بطور مذہب

عبداللہ بن سبا کا پھیلایا ہوا باطنی فتنہ گویا کافی نہ تھا کہ عباسی دورِ خلافت میں خلیفہ مامون الرشید نے یونانی اور سریانی فلسفہ کے ترجمہ کے لیے عیسائی اور مجوسی علماء کی خدمات حاصل کیں اور دینِ اسلام میں فلسفہ کی پیوندکاری کے لیے بیت الحکمہ (صوفیہ) کے نام سے باقاعدہ ایک ادارہ قائم کرلیا۔ اس سے قبل اگرچہ ابن سبا اور دیگر یہودی ذرائع سے نظریاتی و عملی قبالہ، علم رمل اور علم نجوم سمیت باطنی علوم مسلمانوں میں داخل ہو چکے تھے لیکن بیت الحکمہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ نتیجہ میں تناسخ اور divine unity جیسے دجالی تصورات اُمتِ مسلمہ میں مزید راسخ ہونا شروع ہوئے اور بہت جلد بغداد بھی انہی مباحث کا مرکز بن گیا جنہوں نے چوتھی صدی عیسوی میں عیسائی مذہب کو بدل ڈالا تھا۔ خاص طور پر یونانی Theosophia نے اسلامی تصوف کی شکل اختیار کی۔ خود خلیفہ مامون الرشید (813ء تا 833ء) کی فکری، فلسفیانہ اور مذہبی روش میں esotericism (باطنیت) اور "روشن خیالی" کے اثرات نمایاں تھے۔ اس نے معتزلہ مکتبِ فکر کو سرکاری مذہب قرار دیا جو یونانی فلسفے کا چربہ تھا۔ اسی وجہ سے "قرآن مخلوق ہے یا قدیم" جیسی بحثیں شروع ہوئیں کیونکہ اس کی جڑیں یونانی فلسفے میں موجود تھیں۔ افلاطون ازم میں یہ بحث موجود تھی کہ "مثالی حقائق" (divine forms) ازلی اور غیر مادی ہوتے ہیں لہٰذا خدا کی اصل صفات اور علم بھی ازلی ہونے چاہئیں۔ اس فکر نے مسلم متکلمین کو متاثر کیا کہ اگر اللہ کا کلام "صفتِ علم" سے وابستہ ہے، تو وہ بھی ازلی ہونا چاہیے۔ جبکہ ارسطو کے فلسفہ میں حرکت کا پہلا محرک (Unmoved Mover) اور علت و معلول کا قانون موجود تھا جس نے مسلم صوفیوں (خاص طور پر مامون الرشید اور معتزلہ) کو تحریک دی کہ اگر قرآن کلام ہے، اور کلام صوت و الفاظ سے مرکب ہوتا ہے، تو یہ تغیر رکھتا ہے اور تغیر "حدوث" (تخلیق) کی دلیل ہے۔ لہٰذا معتزلہ کا اصرار تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ خلیفہ مامون الرشید نے اس عقیدے کو سرکاری مذہب کا حصہ قرار دیا اور "محنہ" (Inquisition) کے بدنام زمانہ قانون کے ذریعے مخالفین کو سخت سزائیں دیں۔ اکثر علماء اس ڈر اور خوف کی فضا میں یونانی فلسفہ کے حامی ہو گئے مگر امام احمد بن حنبلؒ حق پر ڈٹے رہے اور سخت سزاؤں کا سامنا کیا۔

دوسری طرف یونانی فلسفہ کے ذریعے divine unity اور Reincarnation جیسے باطل دجالی عقائد و تصورات کی اسلام میں پیوندکاری کی وجہ سے مسلمانوں کا توحید سے تعلق کمزور ہوا۔ سابقہ اُمت کے قبالی ربیوں کی طرح گمراہ صوفیوں نے قدیم Mystery Cults کی طرز پر باطنی و قبالی رسومات کو Divinization (خدائی رُتبہ حاصل کرنے) کا ذریعہ سمجھا اور ان باطل تصورات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں مسلم دنیا میں بھی جادوگری، قبالہ، باطنی رسومات اور گمراہی کا دور اپنے عروج کی طرف بڑھا۔ لیکن دوسری طرف اصولِ دین سے اتنی ہی دوری بھی پیدا ہوتی گئی، جہاد کی بجائے کرامات کا شور و غوغا ہوا لیکن عملی طور پر اُمتِ مسلمہ جہالت اور توہمات کے اندھیروں میں ڈوبتی چلی گئی۔ فرقہ واریت نے ان کی اجتماعی طاقت کو سلب کر لیا۔ یہاں تک کہ صرف چار صدیوں بعد ہی اُمت کا شیرازہ اس قدر منتشر ہو گیا کہ یہود و نصاریٰ نے آگے بڑھ کر فلسطین اور لبنان سمیت شام کے کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا اور قبلہ اوّل سمیت یروشلم بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔

صلیبی جنگیں اور قبلہ اوّل پر صلیبی قبضہ

ابن سبا، یہودی اور بعد ازاں یونانی فلسفہ کے ذریعے اُمت میں قبالی تصورِ اُلوہیت (Divine Unity) کے پھیلنے کی وجہ سے ایک طرف اُمتِ مسلمہ منتشر ہو کر اپنی طاقت کھو رہی تھی اور دوسری طرف یورپ میں پوشیدہ قوتیں یہ افواہ پھیلا رہی تھیں کہ حضرت عیسیٰ ؑ کا دنیا میں دوبارہ ظہور ہونے والا ہے لیکن یہ ظہور اُس وقت ہوگا جب یروشلم کو مسلمانوں سے چھین کر عیسائی حکومت بنائی جائے گی۔ دراصل یہ سب افواہیں پھیلانے والے اور یورپ کے عیسائیوں کو صلیبی جنگوں کے لیے اُکسانے والے وہ یہودی خاندان تھے جو قبالہ، بعل اور اشتر کے اسرار سے سینہ بہ سینہ باطنی تعلق قائم رکھے ہوئے تھے۔ بقول کرسٹوفر نائٹ یہ ستار فیملیز (ستارہ زہرہ یعنی اشتر سے نسبت) کتاب مکاشفہ کی اس پیشین گوئی سے واقف تھیں:

"پھر میں نے ایک فرشتہ کو آسمان سے اُترتے دیکھا جس کے ہاتھ میں اتھاہ گڑھے کی کُنجی اور ایک بڑی زنجیر تھی۔ اُس نے اُس اژدہا یعنی پرانے سانپ کو جو ابلیس اور شیطان ہے کو پکڑ کر ہزار برس کے لیے باندھا۔ اور اُسے اتھاہ گڑھے میں ڈال کر بند کر دیا اور اُس پر مُہر کر دی تاکہ وہ ہزار برس کے پورے ہونے تک قوموں کو پھر گمراہ نہ کرے۔ اس کے بعد شاید تھوڑے عرصہ کے لیے کھولا جائے۔" (مکاشفہ 1:20-4)

کرسٹوفر نائٹ کے بقول اس پیشین گوئی کے تناظر میں یہ یہودی ستارہ خاندان جانتے تھے کہ 70ء میں ٹائٹس کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی کے بعد 1070ء میں ایک ہزار سال پورے ہو جائیں گے اور تب اس مخصوص شیطان کو تھوڑے عرصے کے لیے کھولا جائے گا اور ان کے مقدس شہر (یروشلم) پر ایک ہزار سال بعد دوبارہ شیطان کی فوج حملہ آور ہوگی۔ (4-ch7)

وہ کونسا شیطان تھا جس کو ایک ہزار سال کے لیے بند کیا گیا اور اس کے بعد عارضی طور پر کھولا گیا۔ Testament of Solomon نامی کتاب (جو پہلی سے پانچویں صدی عیسوی کے دوران یونانی زبان میں لکھی گئی) میں لکھا ہے:

"بعل شیاطین کا شہزادہ تھا جس کا کہنا ہے کہ وہ پہلے آسمانی فرشتہ تھا اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ جابر حکمرانوں کے ذریعے تباہی مچاتا ہے، شیاطین کو دیوتا بنا کر انسانوں سے ان کی پرستش کرواتا ہے، پادریوں میں شہوت پیدا کرتا ہے، شہروں میں حسد اور قتل و غارت گری کو اُبھارتا ہے، اور جنگ پیدا کرتا ہے۔"

اگر ہم حالات و واقعات کا جائزہ لیں تو وہ شیطان یقینی طور پر بعل ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ اس سے عین مطابقت رکھتا ہے جو اس حوالہ میں بیان ہوا۔ صلیبی جنگوں کے دوران جابر حکمرانوں کے ذریعے تباہی مچائی گئی، بے گناہ انسانوں کا بے دریغ خون بہایا گیا، بعل کی پرستش نائٹس ٹمپلر کے ہاں بافومیٹ کے نام سے شروع

ہوئی، بت پرستی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا، شہوت، ہم جنس پرستی، فحاشی اور اخلاقی زوال کا از سر نو آغاز ہوا (جیسا کہ بعل کے قدیم مندروں میں تھا)، شہروں میں مال و دولت اور کرسی و اقتدار کی نئی کشمکش شروع ہوئی اور قتل و غارت گری اور جنگوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔

بقول کرسٹوفر نائٹ چونکہ یہودی ستارہ خاندانوں کو مکاشفہ کی پیشین گوئی کے تناظر میں آنے والے حالات کا اندازہ تھا لہٰذا انہوں نے پہلے سے تیاری کر رکھی تھی۔ یورپ کے عیسائیوں کو صلیبی جنگوں کے لیے اکسانے کے لیے کلیسا اور پوپ بنیادی کردار ادا کر سکتا تھا اور بقول کرسٹوفر ستارہ خاندانوں کا ایک ہدف پاپائے روم کی اتھارٹی کو استعمال کرتے ہوئے پورے عالم عیسائیت کو ایک عظیم جنگ میں شامل کرنا تھا تا کہ یروشلم کو دوبارہ فتح کیا جا سکے۔ اس مقصد کے لیے پہلے سے ستارہ خاندانوں نے اپنے لوگوں کو پادریوں کے بھیس میں کلیسا میں داخل کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک اوڈو آف لاگری تھا جو فرانس کے علاقے شیمپان (جو یہودی ستارہ خاندانوں کا گڑھ تھا) کے یہودی ستارہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا، ایک طویل سازشی جدوجہد (جس میں کئی پادریوں کے خفیہ قتل، خفیہ لابنگ اور آخر میں جعلی وصیت بھی شامل تھی) کے بعد بالآخر 12 مارچ 1088ء کو پاپائے روم بننے میں کامیاب ہو گیا اور پوپ اربن ثانی کہلایا(4-ch7)۔ اس کے بعد اب باری تھی کہ عیسائی دنیا کو صلیبی جنگوں کے لیے کیسے ابھارا جائے۔ چنانچہ فضا ہموار ہوتے ہی پوپ اربن ثانی نے 1095ء میں کلرمونٹ کی کونسل بلائی اور یورپ بھر کے پادریوں اور بشپوں کے سامنے صلیبی جنگ کا منصوبہ پیش کیا اور انہیں حکم دیا کہ پورے یورپ میں پھیل جاؤ اور عیسائیوں کو ایک بڑی جنگ کے لیے تیار کرو تا کہ حضرت عیسیٰؑ کی جلد آمد ممکن ہو سکے۔ اس مہم کو مزید تیز اور موثر بنانے کے لیے پوپ نے ایک اور جھوٹا عقیدہ پھیلایا کہ چاہے کوئی چور ہو، زانی ہو، قاتل ہو یا جتنا بھی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو صلیبی جنگوں میں حصہ لینے پر وہ بخش دیا جائے گا۔ اس طرح عیسائی لشکر یروشلم پر حملہ کے لیے تیار ہو گئے لیکن ستارہ خاندانوں کا یہ واحد منصوبہ نہیں تھا۔ بقول کرسٹوفر نائٹ ان کا ایک مرکزی اور خفیہ منصوبہ یہ بھی تھا کہ وہ تباہ شدہ ہیکل سلیمانی کے ملبے تلے کھدائی کریں تا کہ اپنے خزانوں اور دستاویزات کو نکال سکیں، جو وہ جانتے تھے وہاں دفن ہیں لیکن اتنے بڑے صلیبی لشکر کے درمیان رازداری کے ساتھ اس خفیہ منصوبے کی کامیابی ناممکن تھی اور خفیہ دستاویزات اور خزانے عیسائی لشکر کے ہاتھ بھی لگ سکتے تھے۔ لہٰذا ستارہ خاندانوں نے معاملات کو اپنے کنٹرول میں رکھنے کے لیے فرانس میں ایک خفیہ آرڈر Cistercians کے نام سے قائم کیا اور یروشلم میں کھدائی کے لیے نائٹس ٹمپلر کے نام سے ایک اور آرڈر قائم کیا۔ یہ آرڈرز بظاہر عیسائی تھے لیکن ان کا کنٹرول مکمل طور پر ستارہ خاندانوں کے ہاتھ میں تھا، خاص طور پر نائٹس ٹمپلر جنہوں نے ہیکل سلیمانی کے نیچے کھدائی کی، سب کے سب یہودی ستارہ خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے(4-ch7)۔ نائٹس ٹمپلر کے متعلق آئندہ باب میں تفصیل سے پڑھیں گے۔ ان شاء اللہ

اس صلیبی یلغار جس کے اصل محرک یہودی تھے، کے نتیجہ میں لاکھوں مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔ 1099ء میں قبلہ اوّل بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور شام، لبنان اور فلسطین کے کئی علاقوں پر قبضہ کر کے 4 عیسائی ریاستوں کی بنیاد ڈالی گئی جن میں سلطنت یروشلم، ایڈیسہ، طرابلس اور انطاکیہ کی عیسائی ریاستیں شامل تھیں۔

یہ وہی یروشلم تھا جس میں داخل ہوتے وقت حضرت عمر فاروق ؓ کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے بڑے سبق آموز الفاظ کہلوائے تھے۔ ان الفاظ میں اُمت کے لیے بہت بڑی نصیحت تھی۔ جب اُن سے کہا گیا کہ اپنے کپڑے بدل لیجیے کیونکہ یروشلم میں بڑے عالم اور رئیس لوگ ہوں گے تو آپؓ کے منہ سے یہ تاریخی الفاظ نکلے:

"عمرؓ کو عزت کپڑوں سے نہیں بلکہ اسلام کی بدولت ملی ہے۔"

یعنی جب اسلام کو اللہ نے غلبہ عطا کیا، اُس وقت کے مسلمان اپنی عزت اور وقار، سیاست و حکومت، بالادستی اور ترقی کا ذریعہ اسلام کو سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اس میں اُن کا اپنا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ اللہ کے دین کے ساتھ مخلص ہونے میں ہی سب بھلائی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یروشلم کا کنٹرول بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دین ابراہیمؑ کے ساتھ مخلص ہونے کے نتیجہ میں سرزمین موعود کا وعدہ ایک بار پھر پورا ہوا...... لیکن اُسی دین ابراہیمؑ سے منہ موڑنے اور باطل دجالی دین (قبالہ) میں دنیا کی ترقی، عزت، عظمت و رفعت تلاش کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر بیت المقدس کو مسلمانوں سے واپس لے لیا۔ جس طرح سابقہ اُمت مسلمہ سے دین ابراہیمؑ کو چھوڑنے کی وجہ سے کئی بار واپس لیا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝﴾ (الانعام) ''کہہ دیجیے کہ وہ قادر ہے اس پر کہ تم پر بھیج دے کوئی عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے اور ایک کی طاقت کا مزا دوسرے کو چکھا دے۔ دیکھو کس طرح ہم اپنی آیات کی تصریف کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھیں۔''

سبائی فتنے اور بعد ازاں یونانی اور عجمی فلسفہ اور عقائد کی ترویج سے اُمت مسلمہ میں جو فکری انتشار پیدا ہوا، اس کے نتیجے میں اُمت تقسیم در تقسیم کا شکار ہوتی چلی گئی، اللہ پر ایمان کی بجائے طاغوت پر ایمان بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ حشاشین جیسے فتنے کھڑے ہوئے جو بالکل بابل کے نمرودی اسرار کے نقش قدم پر Divinity (خدائی) کا دعویٰ کر رہے تھے۔ ان میں سے ہر گروہ نے اپنی حکومت اور فوج بنالی اور ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے لڑتے نوبت یہاں تک پہنچی کہ صلیبیوں نے آگے بڑھ کر سرزمین موعود کو چھین لیا۔ اگلی آیت میں اس ذلت و رسوائی کی وجہ بھی صاف صاف بتا دی گئی: ﴿وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝﴾ (الانعام) ''اور (اے نبی ﷺ!) آپ کی قوم نے اسے جھٹلا دیا حالانکہ وہ حق ہے۔ (ان سے) کہہ دیجیے کہ (اب) میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں۔''

جس قرآن پر عمل پیرا ہونے کی بدولت اللہ نے مسلمانوں کو عزت، عظمت اور دنیا کی امامت اور حکومت بخشی اور یروشلم کو ان کے حوالے کیا، اُسی قرآن سے منہ موڑ کر یونانی فلسفہ کو اپنی ترقی و عظمت کا ذریعہ سمجھ لیا۔ حالانکہ اس کی بنیاد دین ابراہیمؑ کے دشمن نمرود کے باطل دجالی دین پر ہے۔ دجالی دین پر چل کر قوم نوحؑ غرق ہوئی، قوم عاد و ثمود نابود ہوئیں، فرعون اور اس کے لشکر کو عبرت ناک سزا ملی، یہاں تک کہ سابقہ اُمت اُسی نمرودی اور فرعونی دین کی وجہ سے اپنے مرتبہ و منزلت سے محروم ہو گئی، اُسی دجالی دین پر چل کر موجودہ اُمت مسلمہ کیونکر فلاح پا سکتی ہے؟

(جاری ہے)

❁❁❁

تربیت کا قرآنی انداز

سوشل میڈیا پر ایک عربی پوسٹ کی ترجمانی

قرآن کریم میں کچھ سورتیں ایسی ہیں جو انسان کو احکام سکھاتی ہیں، اور کچھ سورتیں عقیدے کی وضاحت کرتی ہیں۔ لیکن سورۃ الانبیاء بالکل ایک منفرد انداز اختیار کرتی ہے۔ یہ پہلے عقل کو مخاطب نہیں کرتی، بلکہ دل کے پاس بیٹھ کر نرمی سے سرگوشی کرتی ہے: ''سکون اختیار کرو..... تم جس آزمائش سے گزر رہے ہو، اس سے تم سے کہیں بہتر لوگ گزر چکے ہیں، اور انجام ہمیشہ اللہ کی رحمت ہی رہا ہے۔''

1۔ پہلا راز:

اس سورۃ میں ایک بھی ایسا نبی نہیں جو تکلیف سے آزاد ہو۔

اگر اس سورۃ پر غور کریں تو ایک عجیب بات سامنے آئے گی: اس کا ہر نبی ایک الگ اور منفرد درد سمیٹے ہوئے تھا۔

☆ کسی سے اس کی قوم جنگ کر رہی ہے۔
☆ کسی کو مچھلی نے نگل لیا ہے۔
☆ کوئی شدید بیماری کی وجہ سے ڈھل چکا ہے۔
☆ کوئی تنہائی کی تکلیف سے نڈھال ہے۔
☆ کوئی بڑھاپے میں بھی اولاد کی امید لگائے بیٹھا ہے۔

اور کوئی فرعون جیسے سرکش بادشاہ کے مقابلے پر کھڑا ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ یہ پیغام دینا چاہتا ہے ہر آزمائش کا مطلب میری ناراضگی نہیں، بلکہ یہ تو میرے سب سے محبوب بندوں کا راستہ ہے۔ اس راستے پر حیران نہ ہو جس پر انبیاءؑ چل چکے ہیں۔

2۔ دوسرا راز:

ہر نبی کی دعا اس کے زخم کا مرہم تھی

ان تمام انبیاءؑ کی دعائیں ایک جیسی نہیں تھیں۔

حضرت یونس علیہ السلام نے یہ نہیں کہا: ''اے رب! مجھے نجات دے۔'' بلکہ عرض کیا:

﴿اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (الانبیاء) ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی قصوروار تھا۔''

کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کشائش اور فرج کی شروعات مانگنے سے پہلے اپنے عجز کے اعتراف سے ہوتی ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری کی تفصیلات نہیں گنوائیں، بس اتنا کہا:

﴿اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ (الانبیاء) ''مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''

انہوں نے علاج کی نوعیت خود طے نہیں کی، بلکہ خود کو اللہ کی رحمت کے سپرد کر دیا۔

اور زکریا علیہ السلام نے اپنی عمر کا شکوہ نہیں کیا، بلکہ التجا کی:

﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴾ (الانبیاء) ''اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ، اور تو سب سے بہترین وارث ہے۔''

کیونکہ مومن صرف چیزیں نہیں مانگتا، بلکہ ان میں خیر اور برکت کی طلب کرتا ہے۔

3۔ تیسرا راز:

اللہ تعالیٰ نے کہانی کے انجام پر نہیں، دعا کی قبولیت پر زور دیا

اس لفظ کی تکرار پر غور کیجیے: ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ﴾ (''پس ہم نے اس کی دعا قبول کرلی'')..... یہ جملہ بار بار آتا ہے۔

گویا یہ سورۃ صرف انبیاءؑ کے نام یاد کروانے نہیں آئی، بلکہ ایک ابدی قانون سکھانے آئی ہے: سچے دل سے نکلنے والی ہر دعا، اللہ کے ہاں قبولیت کا ایک مقرر وقت رکھتی ہے۔ شاید اس وقت نہ ملے جب تم چاہتے ہو، لیکن اس وقت ضرور ملے گی جب اللہ کے علم کے مطابق تمہارے لیے بہترین ہو۔

4۔ چوتھا راز:

سب سے بڑا معجزہ قوانین قدرت کا ٹوٹنا نہیں، دلوں کا سنبھل جانا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس لیے عظیم نہیں تھے کہ وہ آگ میں نہیں جلے، بلکہ اس لیے عظیم تھے کہ وہ بے حد اطمینانِ قلب کے ساتھ آگ میں داخل ہوئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام صرف شفایاب ہونے کی وجہ سے عظیم نہیں کہلائے، بلکہ اس لیے کہ شدید تکلیف میں بھی اللہ سے اُن کا گمان کبھی خراب نہیں ہوا۔

اصل معجزہ یہ ہے کہ سخت ترین آزمائش کے بیچ بھی تمہارا دل ایمان کے ساتھ زندہ رہے۔

5۔ پانچواں راز:

تمام انبیاءؑ میں ایک قدر مشترک تھی یعنی اللہ سے امید

نہ ان کے حالات ایک جیسے تھے، نہ ان کی عمریں، اور نہ ان کے علاقے...... لیکن جو بات ان سب کو جوڑتی تھی وہ یہ کہ انہوں نے کبھی آسمان کا دروازہ کھٹکھٹانا بند نہیں کیا۔ زمین جتنی تنگ ہوتی گئی، ان کی دعاؤں کا دائرہ اتنا ہی وسیع ہوتا گیا۔

اس سورۃ کا ایک چھپا ہوا راز

غور کیجیے کہ زیادہ تر نجات اس وقت ملی جب انسان کے تمام ظاہری وسائل ختم ہو چکے تھے:

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ کے درمیان ہیں۔
☆ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ کی تاریکی میں ہیں۔
☆ حضرت زکریا علیہ السلام انتہائی ضعیف ہو چکے ہیں۔
☆ حضرت ایوب علیہ السلام اپنا سب کچھ کھو چکے ہیں۔

گویا اللہ فرما رہا ہے: جہاں تمہاری تدبیر ختم ہوتی ہے، وہیں سے اللہ کی قدرت کا ظہور شروع ہوتا ہے۔

وہ پیغام جو شاید ہماری نظر سے اوجھل رہا.....

یہ سورۃ صرف انبیاءؑ کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ کے بارے میں ہے۔ اس کی رحمت، اس کے لطف، اس کی قربت، اور اس کی قبولیت کے بارے میں ہے۔ اسی لیے اللہ نے ان کے قصوں کا اختتام ان کی بہادری پر نہیں، بلکہ اپنی قبولیت پر کیا۔ کیونکہ ہماری زندگی کا اصل سہارا اللہ کا وہ چھپا ہوا لطف و کرم ہی ہے۔

ہم سورۃ الانبیاء سے کیا سیکھتے ہیں؟

☆ اگر دعا کی قبولیت میں تاخیر ہو..... تو نا امید نہ ہوں۔
☆ اگر غم اور فکر بڑھ جائیں..... تو اپنے ہاتھ اٹھا لیں۔
☆ اگر لگے کہ تم اکیلے ہو..... تو یاد رکھو کہ اللہ نے کسی ایک نبی کو بھی تنہا نہیں چھوڑا۔

(باقی صفحہ 23 پر)

کافروں کے ساتھ دوستی......؟؟

مولانا تسلیم اللہ خانؒ

’’اے ایمان والو! مت بناؤ یہود ونصاریٰ کو دوست، وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ اُنہی میں سے ہے، اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو اب تو دیکھے گا ان کو جن کے دل میں بیماری ہے دوڑ کر ملتے ہیں ان میں، کہتے ہیں ہم کو ڈر ہے کہ نہ آجائے ہم پر گردش زمانہ کی، سو قریب ہے کہ اللہ جلد ظاہر فرما دے فتح یا کوئی حکم اپنے پاس سے تو لگیں اپنے جی کی چھپی بات پر پچھتانے اور کہتے ہیں مسلمان کیا یہ وہی لوگ ہیں جو قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید سے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں؟ برباد ہوگئے ان کے عمل پھر رہ گئے نقصان میں اے ایمان والو! جو کوئی تم میں پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ عنقریب لاوے گا ایسی قوم کو کہ اللہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں، نرم دل ہیں مسلمانوں پر، زبردست ہیں کافروں پر لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے، یہ فضل ہے اللہ کا، دے گا جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے اور اس کا رسول اور جو ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوۃ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں اور جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو تو اللہ کی جماعت وہی سب پر غالب ہے۔‘‘ (سورۃ المائدہ: 51تا56)

عالم کفر اور ان کے معاون مسلمانوں کے متعلق اصولی ہدایات

سورۃ المائدہ کی آیت 51 میں چار اصولی ہدایات دی گئی ہیں:

(1) یہود ونصاریٰ کے دوست ومددگار مت بنو۔

(2) یہود ونصاریٰ ایک دوسرے کے معاون ومددگار ہیں، مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہیں۔

(3) یہود ونصاریٰ سے دلی دوستی اور معاون ومددگار بننے والے اُنہی کے فرد شمار ہوں گے، امت محمدیہ کے فرد نہیں ہیں۔

(4) یہود ونصاریٰ کے ساتھ دلی دوست اور ان کے معاون ومددگار بننے والے ظالم ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ راست نہیں دکھاتا، کیوں کہ وہ خود راہ راست کی سچی طلب اور تڑپ نہیں رکھتے۔

کافروں کے اتحادی بننے والے مسلمانوں کی سوچ

سورۃ المائدہ کی آیت 52 میں اس آیت کریمہ سے کافروں سے دوستیاں اور مسلمانوں ہی کے خلاف ان کے اتحادی بننے والوں کا عقلی شبہ پیش کیا جارہا ہے، جسے اسٹریٹیجک مجبوری بھی کہا جاتا ہے۔ وہ خدشہ اور مجبوری یہ ہے اگر حالات پلٹا کھا جائیں اور مسلمان شکست کھا کر کافروں کے دستِ کرم کے محتاج بن جائیں تو پھر کافروں سے بھلائی کی کیا امید کی جاسکتی ہے؟ اس خدشہ کے پیش نظر ہم کافروں سے درپردہ اچھے تعلقات رکھتے ہیں یا اعلانیہ ان کے حمایت کار اور مددگار بنتے ہیں، تاکہ برے وقت میں ان کے شر سے مسلمانوں کو بچایا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس خدشہ اور مجبوری کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ﴿فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ ...﴾ اگر فتح کی دولت مسلمانوں کو مل گئی یا اللہ کی طرف سے ایسا کوئی تکوینی معاملہ پیش آگیا جس میں مسلمانوں کے لیے بھلائی نکل آئی تو یہ منافق اپنے دل کے خدشوں کو سوچ سوچ کر حسرت بھری آہیں بھرتے رہیں گے۔

ترکِ موالات کی آیت سے متعلقہ چند ملاحظات

کافروں سے تعلقات کی صورتیں اور ان کے احکام کا مفصل تذکرہ سورہ آل عمران کی آیت نمبر اٹھائیس میں گزر چکا ہے، قارئین وہاں نظر دوڑالیں، البتہ اس آیت کی مناسبت سے چند ملاحظات پیش خدمت ہیں۔

ملاحظہ 1: ’’الحب للّٰہ والبغض للّٰہ‘‘ اصول دین میں سے ایک اصل ہے، قرآن وحدیث کی کئی نصوص اس کی وضاحت کرتی ہیں، اس کا تعلق صرف سیاسی یا انتظامی امور سے نہیں ہے، بلکہ ایمانیات سے بھی ہے۔

ملاحظہ 2: عالم کفر کے ساتھ ترکِ موالات کا حکم ہر زمانے سے متعلق ہے، خواہ ان کے ساتھ قتال ہو رہا ہو یا نہ ہو رہا ہو، ایسا نہیں ہے کہ قتال نہ ہو تو موالات قائم کرنے کا حکم ہو، قتال ہو تو ترکِ موالات کا حکم ہو، بلکہ کفر وشرک جہاں کہیں ہوگا اس سے نظریاتی اور عملی براءت ضروری ہے۔

ملاحظہ 3: موالات سے وہ دوستی مراد ہے جس کی وجہ سے کافروں کا کفر برا نہ لگے یا کفریہ مذہب اسلام کی طرح سچا مذہب نظر آنے لگے یا اسلامی تعلیمات کے مقابلے میں کفریہ نظریات اور افکار بہتر محسوس ہونے لگیں یا دوستی اس قدر گہری ہو جائے جو مسلمان کو مسلمان اور اہل اسلام کے خلاف کافروں کا اتحادی اور پشتی بان بننے پر مجبور کردے، یہی دوستی ممنوع ہے، جس کی بعض صورتیں کفر وارتداد کے دائرے میں پہنچ جاتی ہیں۔

ملاحظہ 4: مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کے عسکری اتحاد میں شریک ہونے والوں اور کافروں کے کفریہ افکار ونظریات میں معین ومددگار بن کر ان کے ساتھ دوستیاں رچانے والے مسلمان کے بارے میں فرمایا گیا ہے ﴿فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ﴾ ’’بے شک وہ مسلمان ان کافروں میں سے ہے۔‘‘ اس پر تو کسی کا اختلاف ہی نہیں ہے کہ ایسا نام نہاد مسلمان ظاہری احکام میں کافروں کے احکام میں داخل ہے، جو معاملہ کافروں کے ساتھ بغض، دشمنی، عداوت، قتال کا کیا جائے گا ویسا ہی معاملہ ان کے ساتھ کیا جائے گا، ہاں! یہ سوال تو ضرور پیدا ہوتا ہے کہ ﴿فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ﴾ کی وجہ سے وہ کافر ہو کر کافروں میں شمار ہوگا یا نہیں؟ ابن جریر رحمہ اللہ نے ایسے مسلمان کو صاف لفظوں میں کافر شمار کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

’’ظاہر ہے دنیا کے کسی مذہب وملت میں ایسے لوگوں کو اپنی ملت کا فرد شمار نہیں کیا جاتا، جو اپنے مذہب اور ملت کے دشمنوں سے محبت کا رشتہ استوار کریں اور ان کی صفوں میں گھس کر اپنے ہی مذہب کے غلبے کا راستہ روکیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے ایک طرف ایک شخص اسلام کا دم بھرے اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا نمائندہ بنے، خود کو مسلمانوں کا لیڈر اور جرنیل ظاہر کرے دوسری طرف اسلام کے غلبے کی روک تھام کے لیے کافروں سے ساز باز کرے، شریعت کے نفاذ میں روڑے اٹکائے اور کافروں کے مفادات کا تحفظ کرے، ان سے پینگیں بڑھا کر اپنی مراعات حاصل کرے؟ ایسے شخص کو کسی پیمانے کی

رو سے مسلمان قوم کا فرد شمار نہیں کیا جاسکتا۔"
(تفسیر الطبری، المائدۃ: 51)

ملاحظہ 5: عہد نبوی کے منافقین کافروں کے خیر خواہ اور مسلمانوں کے بدخواہ تھے، انہوں نے کبھی عملی طور پر کافروں کی صف میں کھڑا ہو کر مسلمانوں سے قتال کرنا پسند نہیں کیا، اپنے گھروں کے دروازے ان کے لیے نہیں کھولے، اس کے باوجود اس قدر سخت وعیدوں کے ساتھ انہیں متنبہ کیا گیا ہے، پس دور حاضر کے ایمان فروشوں کے بارے میں کیا خیال کیا جاسکتا ہے جو کافروں کی خدمت گزاری کو اپنی کامیابی کا زینہ سمجھتے ہیں، مسلمانوں کے خلاف ان کے مددگار بن جاتے ہیں، اپنی زمین، فضاء، صلاحیتیں ان کے لیے قربان کردیتے ہیں۔

مرتدین کا تذکرہ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ﴾ (المائدہ: 54) ''اے ایمان والو! جو کوئی بھی پھر گیا تم میں سے اپنے دین سے۔''

گزشتہ آیات میں منافقین کی پہچان کے لیے ان کی عادات بیان کی گئی ہیں، قرآن کریم نے ہمیشہ ان کی صفات وعادات بیان کرکے ان کے چہرے سے نقاب اٹھایا ہے، تاکہ اہل ایمان ہمیشہ ان صفات سے ان کو پہچان کر انہیں امت کے اجتماعی امور سے دور رکھیں اور ان کی سرگرمیوں اور نقل وحرکت پر نظر رکھیں، تاکہ امت مسلمہ کو آستین کے سانپوں سے کم سے کم نقصان ہو، ان منافقین کی صفات بیان کرنے کے بعد اگلی آیت میں صاف لفظوں میں اعلان فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ﴾ (المائدہ:54)

''اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی شخص دین اسلام سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ تعالی ایسی قوم پیدا کردے گا جن سے اللہ محبت رکھے گا اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے، ان کی دوستی اللہ سے ہوگی، وہ اللہ کے نافرمانوں کو اور کافروں کو کسی خاطر میں نہیں لائیں گے، ایسے لوگوں کی صفات وعادات بھی بیان کردی گئیں، تاکہ منافقوں کے مقابلے میں امت کے مخلصوں کی پہچان بھی تاقیامت ہوتی رہے۔

منافقین کے مقابلے میں مخلصین امت کی صفات

(1) حب الٰہی سے سرشار ہوتے ہیں:

اللہ تعالی اپنے مخلص بندوں سے محبت رکھتا ہے، اسی بنا پر انہیں تنگی اور خوشی میں، راحت اور تکلیف میں اپنی فرماں برداری کی توفیق دیتا ہے، اس فرماں برداری کے نتیجے میں ملنے والی آزمائشوں اور دشواریوں کا بہترین صلہ بھی ان کو دیتا ہے، جو دنیا میں اطمینان قلب کی صورت میں اور آخرت میں رضائے الٰہی کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

جس طرح اللہ تعالی ان مخلص بندوں سے محبت رکھتا ہے اسی طرح یہ مخلص بندے بھی اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہیں، اسی جذبہ محبت کی سرشاری میں جان ومال کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے، ان کے دلوں میں اللہ تعالی کی قدرت وعظمت کا ایسا استحضار ہوتا ہے کہ عالم کفر کی عسکری طاقت، معاشی استحکام، سائنس وٹیکنالوجی کی برتری، لاؤ لشکر کی فراوانی ان کو ذرہ بھر بھی خوف زدہ نہیں کرسکتی، درحقیقت یہی وہ انسانی جوہر اور شرف ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے تخلیق آدم کے موقع پر فرشتوں کے شبہات کے جواب میں فرمایا تھا: ﴿قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ اس مخلوق کی فرماں برداری، جاں نثاری اور وفاداری کے جذبے سے جس طرح میں واقف ہوں تم اسے نہیں جانتے۔

(2) مومنوں کے لیے نرم خو، کافروں کے لیے سخت ہوتے ہیں:

مخلص مومنین کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ایمان کی وجہ سے دیگر مومنوں کے لیے سراپا رحمت اور خیر خواہ بن جاتے ہیں، مسلمانوں کے سامنے ان کی طبیعت کی سختی بھی نرمی میں بدل جاتی ہے اور یہ ہر ممکن طریقے سے اہل ایمان کی عزت افزائی اور راحت رسانی میں لگے رہتے ہیں، ان کے مقابلے میں نفاق کے شکار لوگ کافروں کی عزت افزائی کرتے ہیں، انہیں سے عزت کے طلب گار ہوتے ہیں، انہیں کی خوش نودی کے لیے ذلت کی ہر کھائی میں اترنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

(3) جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہیں:

﴿يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ مخلص مومنین اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے قتال فی سبیل اللہ پر گامزن رہتے ہیں، اس کے بالمقابل نفاق کے مریض جہاد سے دور بھاگتے ہیں اور جہاد کرنے والوں کے لیے رکاوٹ بنتے ہیں۔

(4) لوگوں کی طرف سے ملامت کا خوف نہیں کھاتے:

﴿وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۗىِٕمٍ ۭ﴾ تذکرہ جہاد کے ساتھ ملامت کا خوف نہ کھانے کا تذکرہ معنی خیز ہے، کیوں کہ عصر حاضر میں قتال فی سبیل اللہ ہی خاص طور پر ایسی عبادت بن چکی ہے جسے بدنام کرکے مجاہدین اسلام کو ملامت زدہ کیا جاتا ہے، کسی زبان کا کوئی طعنہ ایسا نہیں رہ گیا جو ان پر نہ کیا گیا ہو، مگر اللہ تعالی کے ان مخلص بندوں کو لوگوں کی ان باتوں کا ذرا بھی اثر نہیں پڑتا۔

یہ اللہ تعالی کا فضل ہے جو اپنے مخلص بندوں کو ایسے ایمان اور شعور سے نوازتا ہے جس کے سامنے دنیا کی ہر رنگینی اپنی حقیقت کے ساتھ آشکارا ہوجاتی ہے، ہر فریب نامراد ٹھہرتا ہے، ہر نعرہ بے معنی رہ جاتا ہے۔

❁❁❁

بقیہ: تربیت کا قرآنی انداز

اور اگر لگے کہ تمہاری زندگی بالکل ختم ہو چکی ہے...... تو سورۃ الانبیاء پڑھو، تاکہ یاد آئے کہ جہاں لوگ کہانی کا اختتام سمجھتے ہیں، اللہ وہاں سے نئی شروعات کرتا ہے۔

ایک آخری سرگوشی......

ہوسکتا ہے تم نبی نہ ہو، لیکن تم انبیاء کے رب کی ہی عبادت کرتے ہو۔

جس رب نے اندھیروں میں حضرت یونس علیہ السلام کی فریاد سنی، سالہا سال کی بیماری کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا دی، اور بڑھاپے میں حضرت زکریا علیہ السلام کو اولاد عطا کی...... وہی اللہ آج بھی تمہاری دعا سن رہا ہے۔

اپنے اس ایک آنسو کو حقیر نہ سمجھو جو تم نے اس کے حضور بہایا ہے، اور نہ اس خاموش دعا کو جو تم نے اپنے دل میں چھپا رکھی ہے۔ کیا خبر کہ آج رات تمہارے دل سے نکلنے والا ایک ہی لفظ، تمہاری زندگی میں ''فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ'' کا نیا باب کھول دے!

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ (الانبیاء)

''بے شک یہ لوگ نیکی کے کاموں میں جلدی کرتے تھے، اور ہمیں امید اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے، اور ہمارے آگے عاجزی کرنے والے تھے۔''

❁❁❁

عام المیزائل......؟؟

عارفہ خان، کوئٹہ

تاریخ کبھی نہیں بدلتی صرف چہرے بدلتے ہیں، ہر کردار ایک نئے نام، نئے روپ اور نئے طریقے کے ساتھ ہر دور کی تاریخ میں موجود رہتا ہے۔ قرآن پڑھتے ہوئے انسان محسوس کرتا ہے کہ ہر کردار اب بھی معاشرے میں اسی طرح موجود ہے جب سے دنیا وجود میں آئی ہے۔ قابیل سے لے کر نمرود، فرعون، قارون، ہامان جیسے افراد اب بھی مختلف ناموں کے ساتھ دنیا میں موجود ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس آخر زمانے میں یہ تمام کردار بیک وقت اور کثیر تعداد میں موجود ہیں جن کی وجہ سے دنیا تباہی کے دہانے پر آ کھڑی ہوئی ہے۔

جوں جوں جنگ کے سائے گہرے ہوتے جارہے ہیں دل اور دماغ اس ادھیڑ بن میں لگے ہیں کہ موجودہ دور کا ابرہہ ہونا کس شقی القلب، بدنصیب، اور بے ضمیر کے حصے میں آئے گا۔ جسے دنیا ابرہہ ثانی اور اس سال کو عام المیزائل کے نام سے یاد رکھے گی۔ کیونکہ اب تو میزائل سے دور بیٹھے نشانہ بنانا مشغلہ بن چکا ہے، جس میں تمام دنیا ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ یہاں تک کہ مسلمان بھی کسی سے پیچھے نہیں اور ان مسلمانوں کے نشانے بھی بھول چوک کر مکہ کا رخ اختیار کر لیتے ہیں۔ واللہ اعلم!

شیطان بزرگ اسرائیل کی جانب سے مکہ پر ڈرون اور میزائل حملے جاری ہیں۔ وہ اور اس کا پشت پناہ پہلے مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کرتے ہیں اور پھر خود اس کشیدگی کی آڑ میں اپنی کارروائی شروع کر کے یہ تاثر دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ یہ حملے مسلمانوں ہی کی طرف سے کیے جا رہے ہیں۔ لیکن مکہ پر اب تک تمام میزائل حملوں کی حوثیوں کی طرف سے تردید آ چکی ہے۔ لہٰذا یہ تمام حملے دو شیطانوں امریکہ اور اسرائیل کی طرف سے مسلسل جاری ہیں جو اس واقعے کی یاد دلا رہے ہیں جو 571 عیسوی میں پیش آیا۔ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے سال میں جو عام الفیل کے نام سے مشہور ہے آپ کی ولادت سے کوئی پچاس روز قبل یمن کا عیسائی بادشاہ ابرہہ تقریباً ساٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ پر چڑھ دوڑا اس بدبخت انسان نے یمن میں ایک عالی شان کلیسا تعمیر کرایا تاکہ لوگ خانہ کعبہ کے طواف کی بجائے اس کلیسا کا طواف کریں لیکن اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ اپنی اس بھونڈی کوشش میں ناکام رہا اسی دوران کسی عربی نے شرارتاً اس کلیسا میں رفع حاجت کر کے ابرہہ کی حسد کی آگ کو اور بھڑکا دیا اور اس نے واقعہ کو بہانہ بنا کر کعبہ کو مسمار کرنے کے ارادے سے مکہ پر چڑھائی کر دی۔ اس کے لشکر میں بہت سے ہاتھی بھی شامل تھے جو مکہ والوں کے لیے ایک نئی چیز تھی۔ اس لیے عربوں نے اس لشکر کو اصحاب الفیل اور اس سال کو عام الفیل کا نام دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر خانہ کعبہ کی حفاظت فرمائی اور ابرہہ کے لشکر کو پرندوں کے جھنڈ بھیج کر نیست و نابود کر دیا۔ اور اس واقعہ کی مناسبت سے قرآن میں سورۃ الفیل نازل فرمائی۔

آج دنیا میں بے شمار ابرہہ جیسے موجود ہیں جو اللہ کے گھر، اللہ کے رسولؐ اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کی آگ میں جلتے نظر آ رہے ہیں۔ جن میں کچھ نام نہاد مسلمان بھی موجود ہیں جو میزائلوں سے خانہ کعبہ، امن کے شہر مکہ اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو نشانہ بنا کر اپنی حسد کی آگ کو ٹھنڈا تو کرنا چاہ رہے ہیں۔ لیکن یہ حسد کی آگ ٹھنڈی ہونے کی بجائے مزید بھڑکتی دکھائی دے رہی ہے۔ نہ تو غزہ کے معصوم اور بے گناہ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور جوانوں کی شہادتیں اس آگ کو ٹھنڈا کر سکیں نہ عراق، افغانستان، برما، کشمیر، کے شہداء اس آگ پر پانی ڈال سکے۔ یہ نفرتوں کا وہ لاوا ہے جو ھل من مزید کا مسلسل تقاضا کر رہا ہے۔ کوئی دن نہیں جاتا جب کسی بھی مسلمان ملک میں ایک نیا محاذ کھول دیا جاتا ہے لیکن اصل مقصد اس نئے محاذ کی آڑ میں گریٹر اسرائیل کا منصوبہ ہی کارفرما ہوتا ہے۔ جس کی سرحدوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، لیکن المیہ یہ ہے کہ مسلمان آپس میں دست و گریباں نظر آ رہے ہیں۔

خانہ کعبہ مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ کی حفاظت ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے۔ ان کی حفاظت تمام اسلامی ممالک کی مکہ امن معاہدہ میں شمولیت سے ہی ممکن ہوسکتی ہے۔ کسی بھی ملک کا ذاتی مفاد ان تینوں مقامات کی حرمت سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا۔ تمام اسلامی ممالک کی شمولیت ہی دشمن کو منہ توڑ جواب دینے کے قابل بنا سکتی ہے۔ آپس کے اختلافات کو میز پر بیٹھ کر حل کرنا اور دشمن کے خلاف عسکری قوت کا استعمال کرنا ہی مکہ امن معاہدے کی کامیابی کا ضامن بن سکتا ہے۔ غزہ پر ظلم کی رات بہت طویل ہو چکی ہے آپ ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق ایک مسلمان کی جان کعبہ کی حرمت سے زیادہ قیمتی ہے۔ لیکن اب تو پوری دنیا میں مسلمانوں کا خون سب سے ارزاں ہے۔ مسلمانوں کی جان کی حرمت اور کعبہ کی حرمت کے لیے مکہ معاہدہ کو تمام مسلمانوں کی شمولیت ہی تقویت پہنچا سکتی ہے۔ ورنہ یہ سال یا آنے والے سال کو عام المیزائل بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ بہت دیر ہو چکی، نشستن، گفتن، برخاستن کا وقت گزر چکا، اب بھرپور لائحہ عمل طے کرنے کی ضرورت ہے۔ ❁❁❁

اللہ کو پکارا تھا، پکاریں گے

ہر اک مشکل میں اللہ کو پکارا تھا، پکاریں گے
اسی کے سامنے سر کو جھکایا تھا جھکائیں گے
وہی حاضر، وہی ناظر، وہی قادر، وہی ناصر
وہی محبوب ہے اُس کو منایا تھا منائیں گے
فقط توحید کے ہر دم رہیں گے عاشق و ہمدم
اُسی توحید کا ڈنکا بجایا تھا بجائیں گے
نہ ڈرتے ہیں کسی سے ہم نہ بکتے ہیں، نہ جھکتے ہیں
بھری محفل میں یہ نغمہ سنایا تھا سنائیں گے
ہمارا کام ہے بس زخم سہنا فکرِ اُمت میں
بزرگوں نے یہی بیڑا اُٹھایا تھا اُٹھائیں گے
رضا کے دل میں پیغمبر کی سنت سے محبت ہے
مشائخ نے اِسی پر خون بہایا تھا بہائیں گے

مستقل مزاجی کامیابی کا ذریعہ

حسیب آصف شیخ (مرکزی شعبہ نشرواشاعت)

کشمیر کے اونچے اور شاداب پہاڑوں کے درمیان بسا ایک چھوٹا اور خوبصورت گاؤں ''مرغزار'' اپنی قدرتی دلکشی کے لیے مشہور تھا۔ اس گاؤں کے مکانات لکڑی اور پتھروں سے بنے تھے، جن کی چھتوں پر سجے گملوں میں رنگ برنگے پھول مسکراتے رہتے تھے۔ سرِ شام گاؤں کے بچے مرکزی کھیل کے میدان میں جمع ہوتے، لیکن ان بچوں میں دس سالہ ''طلحہ'' کا مزاج سب سے ہٹ کر تھا۔ طلحہ ایک ذہین، تخلیقی اور حساس بچہ تھا جس کی آنکھوں میں ہمیشہ نئے خیالات کی چمک رہتی تھی۔

طلحہ کے دادا جان، جنہیں پورا گاؤں ''بابا نور'' کہتا تھا، برتن بنانے میں ماہر تھے۔ ان کا ایک چھوٹا سا روایتی کارخانہ تھا جہاں وہ مٹی کے حسین پیالے، صراحیاں اور گلدان تیار کیا کرتے تھے۔ طلحہ کو اپنے دادا کے ساتھ وقت گزارنا اور مٹی سے چیزیں بنانا بہت پسند تھا، مگر اس کی ایک بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ حد درجے کا بے صبرا اور کام کو ادھورا چھوڑنے کا عادی تھا۔ جب بھی اُس کے دل میں کوئی نیا خیال آتا، وہ جوش سے کام شروع کر دیتا، لیکن ذرا سی دشواری یا وقت لگنے پر مایوس ہو کر کام ادھورا چھوڑ دیتا۔

اکتوبر کے وسط میں گاؤں کے اسکول نے سالانہ ''دست کاری نمائش'' کا اعلان کیا۔ ہر بچے کو ہاتھ سے بنا بہترین فن پارہ پیش کرنا تھا۔ بہترین فن پارے کے لیے شاندار انعام اور شہر کے بڑے ہنرمند مرکز میں نمائش کے لیے بھیجنے کا وعدہ تھا۔ یہ سنتے ہی طلحہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اُس نے سوچا کہ وہ اپنے دادا کی طرح مٹی کا ایک بڑا اور خوبصورت کشمیری گلدان بنائے گا جس کی چمک دیکھ کر سب دنگ رہ جائیں۔

گھر پہنچ کر اس نے ارادہ ظاہر کیا۔ بابا نور نے شفقت سے سر پر ہاتھ رکھ کر سمجھایا: ''بیٹا! مٹی کا برتن بنانا صرف ایک دن کے جوش کا کام نہیں ہے۔ اس کے لیے روزانہ کی باقاعدگی اور مسلسل محنت درکار ہوتی ہے۔ اگر تم بیچ میں رکے تو مٹی سوکھ جائے گی اور سارا کام برباد ہو جائے گا۔''

مگر طلحہ نے ہنسی میں کہا: ''دادا جان! آپ دیکھیے گا، میں اتنی محنت کروں گا کہ ایک ہی دن میں پورا گلدان تیار کر لوں گا!''

اگلے دن طلحہ نے جوش میں مسلسل پانچ گھنٹے کام کیا۔ وہ ندی کے کنارے سے لال مٹی کھود کر لایا، اسے گوندھا اور چاک پر بڑے گلدان کی بنیاد رکھی۔ اس نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا۔ شام تک اس نے نچلا حصہ تیار کر لیا تھا۔ اس کے ہاتھ مٹی سے بھرے تھے اور کمر میں درد تھا، لیکن وہ خوش تھا۔ اس نے فخر سے کہا: ''دیکھا دادا جان! میں نے ایک ہی دن میں آدھا کام ختم کر لیا۔''

بابا نور نے سنجیدگی سے کہا: ''تم نے محنت تو کی ہے، لیکن مٹی کو سانس لینے کا وقت نہیں دیا۔ اگر آج ہی پورا بنانے کی کوشش کی تو یہ اپنے وزن سے گر جائے گا۔ کام کو روزانہ تھوڑا تھوڑا کرو۔''

مگر طلحہ تھک چکا تھا۔ اگلے دن جسم میں تھکن اور درد کی وجہ سے اس کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ آدھا کام تو ہو چکا ہے، باقی کا کام دو دن میں کبھی بھی کر لوں گا۔ چنانچہ دوسرے اور تیسرے دن اس نے گلدان کو چھوا تک نہیں اور دوستوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف رہا۔ چوتھے دن جب وہ کارخانے گیا تو اس کے قدم وہیں جم گئے۔ گیلی مٹی کو پانی نہ دینے اور نہ ڈھانپنے کی وجہ سے سوکھ چکی تھی اور اس میں بڑی بڑی دراڑیں پڑ چکی تھیں۔ گلدان ٹوٹ کر مٹی کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا تھا۔

یہ دیکھ کر طلحہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے روتے ہوئے کہا: ''میری محنت ضائع ہو گئی! میں اب نمائش میں حصہ نہیں لوں گا۔''

بابا نور نے پیار سے سمجھایا: ''میرے بچے! تمہاری محنت میں استقلال اور باقاعدگی نہیں تھی۔ کامیابی ایک دن کی طوفانی محنت سے نہیں ملتی، بلکہ روزانہ کی چھوٹی اور مسلسل کوشش سے ملتی ہے۔ اگر تم روزانہ صرف آدھا گھنٹہ اس مٹی کو دیتے تو آج تمہارا شاہکار محفوظ ہوتا۔''

طلحہ نے پوچھا: ''کیا اب بھی وقت ہے؟ نمائش میں صرف بارہ دن باقی ہیں۔''

بابا نور نے کہا: ''اگر تم روزانہ کا ایک وقت مقرر کر لو اور بغیر کسی ناغے کے صرف اسی وقت کام کرو، تو بارہ دن کافی ہیں۔ شرط صرف ایک ہے، باقاعدگی!''

طلحہ نے عہد کیا کہ وہ روزانہ شام کو ٹھیک پانچ بجے عصر کی نماز قریبی مسجد میں ادا کرنے کے بعد کارخانے آئے گا اور ساڑھے پانچ بجے تک، یعنی صرف 30 منٹ، گلدان پر کام کرے گا۔

اگلے دن سے ایک نئے سفر کا آغاز ہوا۔

پہلا اور دوسرا دن:

ندی سے نئی مٹی لایا، چھانا، پانی ملا کر نرم کیا اور نم دار کپڑے میں لپیٹ کر رکھا۔

تیسرا اور چوتھا دن:

چرخے پر مٹی رکھ کر گلدان کا نچلا مضبوط حصہ بنایا۔ 30 منٹ پورے ہوتے ہی کام روک دیا، حالانکہ دل مزید کام کرنے کا چاہ رہا تھا۔

پانچواں اور چھٹا دن:

دیواریں چھ انچ اوپر اُٹھ چکی تھیں۔ روزانہ پانی کا ہلکا چھڑکاؤ کرتا اور تراش خراش کرتا۔

ساتواں اور آٹھواں دن:

گلدان کا درمیانی پیٹ بن چکا تھا۔ گرمی اور سستی کے باوجود وہ ٹھیک پانچ بجے کارخانے پہنچ جاتا اور 30 منٹ تک پوری توجہ سے کام کرتا۔

نواں اور دسواں دن:

گردن مکمل ہو چکی تھی۔ اس نے باریک تنکے سے کشمیری چنار کے پتوں اور پھولوں کے مہرے بنانے شروع کیے۔

گیارہواں دن:

آخری پالش کی اور دھوپ میں خشک ہونے کے لیے رکھا۔ باقاعدہ کام کی وجہ سے نہ پیٹھ میں درد ہوا اور نہ دل اُکتایا۔

بارہواں دن:

گلدان مکمل خشک ہو کر تیار ہو گیا۔ بابا نور کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ گلدان اتنا متوازن اور نفیس تھا کہ یقین نہیں آتا تھا کہ اسے دس سال کے بچے نے بنایا ہے۔

نمائش کا دن: اسکول، صبح 9:00 بجے:

نمائش والے دن اسکول کے ہال میں مختلف فن پارے رکھے تھے، لیکن جب پرنسپل اور مہمان خصوصی کی نظر طلحہ کے گلدان پر پڑی تو وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ اس میں ایک عجیب نظم و ضبط تھا جو صرف مسلسل مشق سے ممکن تھا۔

نتائج کے اعلان پر ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ طلحہ کو پہلا انعام ملا! اسٹیج پر کامیابی کا راز پوچھنے پر طلحہ نے دادا کی طرف دیکھ کر کہا: ''یہ گلدان میری محنت سے زیادہ میری باقاعدگی کا تحفہ ہے۔ میں نے کوئی جادو نہیں کیا، بس اپنے 30 منٹ روزانہ بغیر ناغہ کے اس مٹی کو دیے۔''

اس دن کے بعد طلحہ نے دین پر عمل کرنے، پڑھائی اور زندگی کے ہر معاملے میں اس اصول کو اپنا لیا۔ بڑے خواب ایک دن کے جوش سے پورے نہیں ہوتے۔ زندگی میں سچی کامیابی کے لیے استقلال، باقاعدگی اور مسلسل محنت شرط ہے۔ روزانہ کا ایک چھوٹا سا قدم جو بلا ناغہ اُٹھایا جائے، انسان کو بظاہر ناممکن منزلوں تک پہنچا دیتا ہے۔

اخبارِ اسلام

غزہ کا مستقبل کیا ہے؟ (شکریہ فرینڈز آف فلسطین)

- غزہ کی پٹی میں جنگ بندی کے باوجود اسرائیلی فوج کی کارروائیاں جاری ہیں۔ سرکاری میڈیا آفس کے مطابق 7 اکتوبر 2023ء سے جاری اسرائیلی حملوں میں شہید ہونے والے فلسطینی صحافیوں کی تعداد 263 ہوگئی ہے۔ تازہ واقعے میں فلسطینی صحافی محمد عبدالعزیز انجار ڈرون حملے میں شہید ہوئے۔ میڈیا آفس نے صحافیوں کو مبینہ طور پر جان بوجھ کر نشانہ بنانے کی مذمت کرتے ہوئے عالمی برادری اور صحافتی تنظیموں سے ذمہ داروں کے احتساب کا مطالبہ کیا ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق اسرائیلی جارحیت میں 74 ہزار سے زائد فلسطینی شہید اور ایک لاکھ 75 ہزار سے زائد زخمی ہو چکے ہیں جبکہ غزہ کا تقریباً 90 فیصد بنیادی ڈھانچہ تباہ ہو چکا ہے۔ وزارتِ صحت کے مطابق 11 اکتوبر 2025ء کو جنگ بندی کے نفاذ کے بعد بھی 1460 فلسطینی شہید اور 5116 زخمی ہو چکے ہیں، جبکہ 836 شہداء کی لاشیں ملبے سے نکالی جا چکی ہیں۔ اسی مدت کے دوران 235 فلسطینی ماہی گیر شہید، 143 زخمی اور 130 گرفتار کیے گئے۔ اسرائیلی کارروائیوں میں ماہی گیری کی 1810 کشتیاں تباہ یا ناکارہ ہوئیں جبکہ ساحلی پٹی کے 310 ماہی گیر مراکز میں سے 270 تباہ کر دیے گئے۔ ایک واٹر ڈی سیلینیشن پلانٹ، برف کا کارخانہ اور ماہی گیروں کے لیے قائم کچن بھی تباہ کیے گئے۔ بین الاقوامی طبی تنظیم ڈاکٹرز وِدآؤٹ بارڈرز کے مطابق نام نہاد ’’ییلو لائن‘‘ اب فوجی چوکیوں، مٹی کے تودوں اور مسماری کے ذریعے غزہ کے باشندوں کو مزید محدود علاقے میں دھکیلنے کا ذریعہ بن چکی ہے اور اسرائیلی فوج غزہ کے تقریباً 65 فیصد رقبے پر قابض ہے۔ جنگ بندی کے باوجود گزشتہ جون اور جولائی میں اس کی ٹیموں نے تشدد کے نتیجے میں زخمی ہونے والے 1200 سے زائد افراد کا علاج کیا۔
- قابض اسرائیل کی ڈیمون جیل میں 89 فلسطینی خواتین قید ہیں، جن میں 3 حاملہ، 2 کینسر کی مریض، 3 کمسن اور 19 انتظامی حراست میں ہیں۔ یہ قیدی خواتین خوراک کی قلت کے علاوہ دیگر بنیادی اشیا سے بھی محروم ہیں۔ حتیٰ کہ بعض خواتین کو لباس کی قلت کے باعث نماز کی ادائیگی میں بھی مشکلات کا سامنا ہے۔
- مغربی کنارے کے شہر نابلس کے مشرق میں واقع ’’مقام حضرت یوسفؑ‘‘ پر بڑی تعداد میں اسرائیلی آبادکار داخل ہوئے جہاں انہوں نے یہودی مذہبی رسومات ادا کیں۔ فلسطینی علاقوں میں مذہبی مقامات پر آبادکاروں کی آمد اور مذہبی رسومات کی ادائیگی کے واقعات پر فلسطینی حلقے مسلسل تشویش کا اظہار کرتے رہے ہیں۔
- یورپی فلسطینی میڈیا سینٹر کے مطابق اکتوبر 2023ء سے اکتوبر 2026ء تک 30 یورپی ممالک کے 818 شہروں میں فلسطین کی حمایت میں 68 ہزار سے زائد مظاہرے اور تقریبات منعقد ہوئیں۔ واضح رہے کہ یہ تعداد کم از کم مصدقہ حد ہے اور یورپ میں ہونے والی تمام سرگرمیوں کا مکمل احاطہ نہیں کرتی۔
- برطانیہ نے دھمکی دی ہے کہ اگر اسرائیل نے مقبوضہ بیت المقدس میں برطانوی قونصل خانہ بند کرنے کے فیصلے پر عمل جاری رکھا تو لندن میں موجود اسرائیلی سفارت خانے سے 27 سفارت کاروں کو ملک بدر کیا جا سکتا ہے۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- سعودی عرب: مکہ دفاعی اتحاد کے تحت دفاعی صلاحیتیں دینے کا فیصلہ: مکہ دفاعی اتحاد کی اسٹریٹجک، سیاسی و دفاعی کمیٹی کا ہنگامی اجلاس جو 5 اکتوبر کو ریاض میں ہوا، پاکستان، سعودی عرب اور ترکیہ نے سعودی عرب کو منتقلہ فوجی دستے اور دفاعی صلاحیتیں فوری فراہم کرنے کا فیصلہ کیا اور اجتماعی دفاع کے وعدوں پر فوری عمل درآمد، فوجی دستوں اور دفاعی صلاحیتوں کی تیز رفتار تعیناتی، عسکری انضمام اور خطرات سے نمٹنے کی اجتماعی استعداد بڑھانے پر اتفاق کیا گیا۔ اجلاس میں لیفٹیننٹ جنرل (ر) نعمان محمود کو تین سال کے لیے اتحاد کا پہلا سیکرٹری جنرل مقرر کیا گیا۔
- خام تیل کی قیمتوں میں نمایاں کمی: ایشیا کو فراہم کیے جانے والے خام تیل کی قیمتوں میں سعودی عرب نے نمایاں کمی کر دی ہے۔ آرامکو نے عرب لائٹ خام تیل کی سرکاری قیمتِ فروخت عمان اور دبئی کی اوسط قیمت سے پانچ ڈالر فی بیرل کم مقرر کی، جو گزشتہ ماہ کے مقابلے میں تین ڈالر کم ہے۔ عرب میڈیم اور عرب ہیوی کی قیمتوں میں بھی پانچ ڈالر فی بیرل کمی کی گئی، جس کے بعد ایشیا کے لیے سعودی خام تیل کی قیمتیں تقریباً چھ سال کی کم ترین سطح پر پہنچ گئی ہیں، جبکہ شمال مغربی یورپ اور بحیرۂ روم کے لیے قیمتوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔ دوسری طرف 2034ء میں فیفا ورلڈ کپ کے لیے تعمیر کیے جانے والے اسٹیڈیم کا منصوبہ غیر معینہ مدت کے لیے روک دیا ہے۔
- یمن: ریاض اور مدینہ کو نشانہ بنانے کے دعوے: یمن میں حوثیوں اور سعودی حمایت یافتہ حکومتی فورسز کے درمیان لڑائی شدت اختیار کر گئی ہے۔ حوثیوں نے ریاض کے کنگ خالد انٹرنیشنل ایئرپورٹ، آرامکو ریفائنری اور جنوبی سعودی عرب کے دیگر اہداف کو نشانہ بنانے کا دعویٰ کیا، جبکہ سعودی اتحاد نے حدیدہ میں حوثیوں کے ہتھیاروں کے گودام، بارودی کشتیوں کی تنصیبات اور بحری بارودی سرنگوں کے ذخائر تباہ کرنے کا دعویٰ کیا۔ یمنی حکومتی فورسز نے باب المندب، ذوباب اور ساحلی شہر المخا کا کنٹرول واپس لینے اور حوثیوں کے خلاف بڑے آپریشن ’’فجر الیمن‘‘ کے آغاز کا دعویٰ کیا ہے۔ سعودی اتحاد کے مطابق کارروائیوں میں تقریباً 100 جنگی طیاروں نے حصہ لیا اور 324 اہم اہداف کو نشانہ بنایا گیا۔ ایک الگ دعوے میں حوثیوں کی جانب سے مدینہ منورہ کے ایک گرڈ اسٹیشن کو ڈرون سے نشانہ بنانے کا بتایا گیا، جس سے ایک ٹرانسفارمر عارضی طور پر غیر فعال ہوا۔ سعودی اتحادی افواج نے خمیس مشیط کی جانب آنے والے چار ڈرونز اور جازان میں دو بیلسٹک میزائلوں کو تباہ کرنے کا بھی دعویٰ کیا۔
- عراق: امریکی فوج کا مکمل انخلا، ایران نواز حلقوں کا جشن: دو دہائیوں سے زائد عرصے کے بعد عراق سے امریکی فوجی موجودگی کے خاتمے سے ایران اور اس کے حامی گروہوں کا اثر و رسوخ مزید بڑھنے کا امکان ظاہر کیا جا رہا ہے۔ ایران اور اس کے اتحادی حلقے اس کو اپنی فتح قرار دیتے ہوئے جشن منا رہے ہیں۔
- مصر: اخوان المسلمون سے تعلق کے الزام میں 6 صحافی گرفتار: سیکیورٹی حکام نے فیکٹ چیکنگ اور تحقیقاتی پلیٹ فارم ’’مصدقش‘‘ کی ادارتی ٹیم کے چھ صحافیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ اُن پر الزام عائد کیا گیا ہے کہ صحافی کالعدم اخوان المسلمون کے میڈیا نیٹ ورک کے لیے کام کرتے اور بیرونِ ملک سے مالی معاونت لے کر مبینہ جعلی خبریں تیار کرتے تھے۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر
شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیرپا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت
1kg
صفائی اور بچت ایک ساتھ
KLINIT
Multi Action Power Magic
Detergent Powder
Colour Guard
DELIVERY ALL OVER PAKISTAN
میرا با اعتماد انتخاب
شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا
مہکتی خوشبو
1kg
TWO IN ONE ACTION
Whiff
Detergent Powder
Cleans + Disinfects
Let your Clothes Smile!
LONG BAR
Whiff
JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan
For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No.39

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ACEFYL cough syrup

Acefylline piperazine 45mg + diphenhydramine HCl 8mg

PAKISTAN'S MOST PRESCRIBED COUGH SYRUPS

Nabiqasim Industries (Pvt.) Ltd.
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi - 74200

+92 21 - 111 742 762
+92 21 - 2636313
info@nabiqasim.com
www.nabiqasim.com

your Health our Devotion